ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

7 مئی 2003ء۔5ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

- ''ایل ایف او'' اور متحدہ مجلس عمل کی حقیقی ذمہ داری (تجزیہ)
- اللہ کی مغفرت ورحمت کا مستحق کون؟ (منبرومحراب)
- اب امریکہ کی باری ہے! (افکارمعاصر)

www.tanzeem.org

شمارہ 15 جلد 12

متاعِ غرور

موجودہ دور کے فتنوں میں ایک بڑا فتنہ ''معاشی مسئلہ'' ہے۔لوگ دنیا کمانے اور زیادہ سے زیادہ سامانِ تعیش اور آسائشِ دنیا کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔حلال وحرام کی تمیز معدوم کے درجے میں آ گئی ہے۔جو آسودہ حال ہیں ان پر مزید کمانے کی دھن سوار ہے۔جو غریب طبقہ سے متعلق ہیں وہ حسد ونفرت کا شکار ہیں۔حبِ دنیا نے پوری طرح انسانی ذہن پر پنجے گاڑ رکھے ہیں۔حُبّ دنیا کی علامت ہے حُبِ مال کیونکہ یہی حصول آسائش کا ذریعہ ہے۔نبی اکرم ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ ''عبادت وتقویٰ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو اور اس سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔'' لیکن آج ہر شخص دنیا کمانے میں دیوانوں کی طرح لگا ہوا ہے۔الّا ماشاء اللہ۔کیسا دین اور اس کے احکام' کیسی آخرت اور اس کا احتساب' آج انسان کا وہی حال ہے جس کا نقشہ قرآن حکیم میں سورۃ الھمزہ میں کھینچا گیا ہے۔مال کے پرستاروں کو نبی اکرم ﷺ نے دینار ودرہم کا بندہ (عبد) قرار دیا ہے اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی ہے۔

ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں الحمد للہ رب العلمین لیکن اللہ کی ربوبیتِ کاملہ پر ہمارے ایمان و یقین کا یہ عالم ہے کہ اگر ہم از روئے قرآن وحدیث اپنی تنظیم کے رفقاء پر حلال وحرام کی حدود و قیود عائد کرتے ہیں تو لوگ تربص وتردد میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ ہمارے کاروبار اور تجارت کا کیا ہوگا؟ ہماری معاش کا کیا ہوگا؟ ہمارے بال بچوں کی پرورش اور تعلیم کیسے ہوگی؟ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ شیطانی فریب ہے' یہ خالص مادہ پرستانہ نقطۂ نظر ہے۔یہ طرزِ فکر توکل اور اللہ کے رب اور رازق ہونے پر ایمان کے منافی ہے۔اللہ تعالیٰ تو اپنی کتابِ مبین میں واضح طور پر ہر ذی حیات کو رزق پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان فرماتا ہے: وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزقُھَا وَیَعلَمُ مُستَقَرَّھَا وَمُستَودَعَھَا ط کُلٌّ فِی کِتَابٍ مُّبِین (ھود) لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ چندروزہ زندگی کے آرام وآسائش کے لئے آخرت سے بے پرواہو گئے ہیں' محاسبہ اخروی کی فکر سرے سے موجود ہی نہیں۔فکر ہے' سوچ ہے' منصوبہ بندی ہے' بھاگ دوڑ ہے تو دنیا کمانے کے لئے جس کو قرآن ''متاعِ غرور'' کہتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ اور رزاقیت تامہ پر پورا پورا توکل رکھیں۔اپنی معاش کے ذرائع میں حرام وناجائز کاموں اور ذرائع کو چن چن کر نکالنے کی بھرپور کوشش کریں۔اس کام میں ان شاء اللہ العزیز ہمیں اپنے رب اور خالق کی حمایت ونصرت حاصل ہوگی۔فنعم المولیٰ ونعم النصیر

(تنظیم اسلامی کے پہلے سالانہ اجتماع میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے اختتامی خطاب سے اقتباس)

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰٮكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۤلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (آیت 197 تا 199)

’’حج کے مہینے معروف ہیں۔ جو شخص ان میں حج کا عزم کرے تو پھر اس کے لئے حج کے دوران نہ شہوت جائز ہے نہ فسق و فجور اور نہ لڑائی جھگڑا۔ اور جو بھی نیکی تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ اور زادِراہ ساتھ لے لیا کرو اور (سفرِ حج میں) بہتر زادِراہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! (میری نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اگر تم (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے واپس آؤ تو مشعر الحرام (مزدلفہ) پہنچ کر اللہ کو یاد کرو جس نے تمہیں ہدایت دی ہے ورنہ اس سے پہلے تم تو راہ بھولے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے‘‘۔

حج کے ضمن کچھ احکام پہلے بیان ہو چکے ہیں ان آیات میں مزید وضاحت کی جا رہی ہے۔ حج کے مہینے معلوم و مشہور ہیں یہ چار مہینے ہیں شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ جو شخص حج کی نیت کر لے اس پر لازم ہے کہ حج کے ایام میں خاص طور پر احرام کی حالت میں تین چیزوں کا پورا لحاظ رکھے۔ شہوت کی کوئی بات نہ ہو۔ یعنی زن و شو کا تعلق ممنوع ہے، اس پر یہاں قطعاً پابندی ہے۔ اس دوران گناہ اور فسق کی بات اور اللہ کی نافرمانی سے بھی بچنا ہے۔ تیسرے کسی سے جھگڑا بھی نہیں کرنا۔ حج کے موقع پر لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں عین ممکن ہے کسی معاملے میں لوگوں کے درمیان تلخی پیدا ہو جائے تو اس سے بھی روکا گیا ہے۔ کیونکہ حرم شریف امن کی جگہ ہے، لہٰذا یہاں لڑائی جھگڑے کی نوبت ہرگز نہ آئے۔ بلکہ ہر شخص دوسرے کے لئے سہولت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح تم جو بھی بھلائی کا کام کرو گے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے یعنی اُس کا بھرپور ثواب دے گا۔ یہاں تم جو نوافل پڑھو گے۔ طواف کرو گے، ذکر اذکار کرو گے، جو بھی خیر کا کام کرو گے وہ تمہارے اپنی ہی لئے ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہدایت بھی دی جا رہی ہے کہ سفرِ حج اختیار کرو تو زادِراہ کا بھی اہتمام کرو اور یقیناً بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ بھکاری بن کر سفرِ حج پر نکلے اور راستے میں بھیک مانگتے رہے۔ یہ ہرگز نیکی نہیں۔ نیکی کا یہ تصور غلط ہے۔ اگر استطاعت نہیں تو حج فرض ہی نہیں۔ ہاں جن کو استطاعت ہو تو وہ سفرِ حج اختیار کریں۔ اس بارے میں سورۂ آلِ عمران میں واضح ہدایت موجود ہے ﴿وللّٰه على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا﴾ پس حج پر جانا ہے تو زادِراہ لے لو۔ اور بہترین زادِراہ تو تقویٰ ہے۔ صرف پیسہ ہی نہیں بلکہ اللہ کا خوف، اُس کی خشیت اور محبت بھی اس سفر میں تمہاری ساتھ رہے۔

تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں اگر تم سفرِ حج کے دوران اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرو یعنی کوئی شخص حج کے لئے جا رہا ہے تو وہ کچھ سامان ساتھ لے جا سکتا ہے تا کہ اُسے وہاں فروخت کر کے نفع حاصل کر سکے۔ اس بات کی ممانعت نہیں۔ حج کا سب سے بڑا رکن وقوفِ عرفات ہے اگر یہ رہ گیا تو حج نہ ہوا۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور شے رہ گئی تو اس کا کوئی نہ کوئی بدل یا کفارہ قربانی وغیرہ کی صورت میں موجود ہے۔ جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مزدلفہ میں رات کا قیام کرو اور وہاں پر اللہ کی یاد کرو، اُس کا بھرپور ذکر کرو کہ اُسی نے تمہیں ہدایت کی نعمت عطا فرمائی۔ اور یقیناً اسے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے۔ تمہیں یہ سارے طور طریقے بھول چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے تمہیں از سر نو یہ ساری چیزیں تلقین فرمائی ہیں۔ دراصل مکہ کے لوگ کہتے تھے کہ ہم تو مکہ سے بس منیٰ ہی جائیں گے، عرفات نہیں جائیں گے۔ عرفات میں تو وہ لوگ جائیں جو مکہ سے باہر سے آئے ہیں اور پھر وہاں سے واپس آئیں، ہم تو یہیں رہیں گے۔ یہاں ان کی اصلاح کی جا رہی ہے کہ نہیں تمہیں بھی جانا ہوگا۔ اس لئے کہ اصل حج تو وقوفِ عرفات ہی ہے پس اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یقیناً وہ بخشنے والا ہے۔

متقی لوگوں کی نشانیاں

’’حضرت مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی (صحابیٔ رسول ﷺ) نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا (اس وقت جب وہ خلیفہ بنے) کہ آگاہ رہو کہ متقی لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی اس کی معرفت رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرنا۔ (۳) آزمائشوں پر صبر کرنا۔ (۴) بات میں سچائی اختیار کرنا۔ (۵) اللہ سے عہد اور انسانوں سے وعدوں کو پورا کرنا۔ (۶) قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا۔ (۷) قرآن مجید کے احکام کے آگے خود کو جھکا دینا اور جو حاکم ہوتا ہے وہ گویا بازاروں میں سے ایک بازار ہوتا ہے اگر وہ حق والوں میں سے ہو تو اہلِ حق اپنے حقوق کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر وہ باطل کے علمبرداروں کا امام ہو تو پھر اہلِ باطل اپنی امیدیں اس سے وابستہ کرتے ہیں۔ (اخرجه رزین)

یہ ہیں بندہ مومن کی شخصیت کے نمایاں اوصاف جن کو اپنی زندگی کا عمل بنانا ہی ایمان کا حاصل ہے۔

اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق کون؟

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 25 اپریل 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج ہر شخص یہ سوچ رہا ہے کہ اس امت پر جو "وقت دعا" آن پڑا ہے اس کے کیا اسباب ہیں؟ یعنی۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سوال اور گھمبیر ہوتا جا رہا ہے، جبکہ امت کا حال بقول اقبال یہ ہے۔

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام میرا
قبضے سے امت بے چاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

گزشتہ چند خطبات جمعہ میں انہی اسباب کی نشاندہی کی گئی تھی جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد اس روئے ارضی پر یہ امت مسلمہ اللہ کی نمائندہ ٹھہری۔ اس کے ذمہ تھا کہ جو نور و ہدایت آنحضور ﷺ کی وساطت سے اس کو ملا تھا اسے مشعل راہ بنا کر نوع انسانی کے سامنے دین اسلام کے حق ہونے کی گواہی دے۔ اگر اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگی تو بقیہ اقوام پر عذاب تو آخرت میں آئے گا لیکن اس امت کو اس دنیا میں بھی اس بدعملی کی سزا ملے گی۔ اس کی مثال سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل ہے انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی برتی تو اللہ نے اس دنیا ہی میں ان پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا:

﴿ضربت علیھم الذلة والمسكنة﴾

اب یہی ذلت اور مسکنت مسلمانوں پر طاری ہے۔ ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ امت کی مجموعی حالت اس وقت بدلے گی جب امت کا ایک بڑا حصہ اجتماعی توبہ کرے اور آئندہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہو جائے تو یہ امت اللہ کی رحمت کی مستحق ہو جائے گی۔

آنحضور ﷺ اور صحابہؓ کا مشن صرف ایک تھا کہ اللہ کے دین کو غالب کرنا ہے۔ انہوں نے اس کے لئے جان و مال ہر طرح کی قربانی دی۔ اگر اب بھی امت یہ کام کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائے تو اللہ کی مدد اس کے بھی شامل حال ہو جائے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا کیسے ہے؟ اس کے لئے سورۂ آل عمران میں ایک سہ نکاتی لائحہ عمل دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے:

(1) ہر فرد اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

(2) یہ افراد قرآن کو بنیاد بناتے ہوئے ایک جماعت کی صورت اختیار کریں۔

(3) یہ جماعت ایسی ہو جو تین کام کرے۔

(i) خیر کی طرف بلائے۔

(ii) معروف کا حکم دے۔

(iii) منکر سے روکے۔

جو لوگ یہ کام کریں گے ان کے لئے فلاح کی نوید ہے۔ مسلمان امت میں زوال کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ قرآن و حدیث نے معین کر دیا کہ اہل اللہ کا اصل فریضہ ہی یہی ہے۔

حدیث نبویؐ ہے کہ "جو بھی منکر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ قوت سے اسے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے"۔

نہی عن المنکر کا طریقہ کیا ہوگا؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر برائی کے خلاف محاذ آرائی اختیار کر لی جائے یعنی جہاں منکر دیکھے وہاں بھڑ جائے۔ دوسری انتہائی سوچ یہ ہے کہ اللہ نے جسے جس حال میں رکھا ہے وہ اسی حال میں کام کرے۔ یعنی اگر قوت نہیں ہے تو دل ہی میں برا جانے، ہاتھ یا زبان سے روکنے کے لئے قوت حاصل کرنا ضروری نہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نبویؐ طریقہ یہ ہے کہ جب تک قوت نہیں تھی تو آپؐ اور صحابہؓ زبان سے برا کہتے رہے لیکن جب اللہ نے اعوان و انصار فراہم کر دیئے اور ایک مضبوط جماعت وجود میں آ گئی تو کفر کو للکارا گیا۔ نہی عن المنکر بالید کے اس مرحلہ کا آغاز غزوۂ بدر اور انجام فتح مکہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جو لوگ خود تقویٰ اختیار کر چکے ہوں وہ تربیت اور تنظیم کے مراحل سے گزر کر پہلے اپنی قوت کو بڑھائیں۔ یہاں تک کہ وہ جماعت ایک مضبوط قوت بن کر باطل پر برسے۔

اگر یہ ساری بات سمجھ میں آ جائے تو بعض اوقات انسان سمجھتا ہے کہ میں تو معصیت میں اتنا دور جا چکا ہوں کہ شاید اب واپسی کا کوئی امکان نہیں رہا۔ جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ سابقہ جتنی بھی کوتاہیاں ہوتی رہی ہیں اگر انسان کو ان کا احساس ہو جائے اور وہ رجوع کرنا چاہے تو موت کے آثار شروع ہونے سے پہلے ان کی بخشش کا موقع ہے جیسا کہ سورۃ الزمر میں فرمایا گیا:

"اے نبیؐ! آپؐ فرما دیں ان بندوں سے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہوں (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔" (آیت: 53)

کسی نے بڑے سے بڑا گناہ کیا لیکن جب تک موت کے واضح آثار شروع نہیں ہو جاتے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ البتہ قاعدہ یہی ہے کہ جو طالب ہدایت ہو اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے۔ اس لئے کسی کو اگر پشیمانی اور ندامت ہو اور وہ توبہ کرے تو اللہ کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسے آخرت میں اس کا وبال بھگتنا ہوگا۔ پھر سب سے بڑھ کر وہ گناہوں کے ارتکاب سے اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے راستے بند کر رہا ہے۔ اللہ نے اسے تو احسن التقویم پر پیدا کیا تھا اگر وہ اسفل السافلین کی طرف رخ کئے ہوئے ہے تو یہ اس کا اپنے اوپر ظلم ہے۔

اسی طرح یہ طرزِ عمل بھی غلط ہے کہ ہم اللہ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ہمارے گناہ بخش دے گا اور اس کے احکامات کی پرواہ نہ کریں۔ یہ تعلق دراصل دوطرفہ ہے یعنی اللہ کی بخشش و رحمت کا دائرہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ہمیں خود کو اس بخشش کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔ چنانچہ آگے فرمایا:

"اور رجوع کرو اپنے رب کی جانب اور اس کے سامنے اپنے سر جھکا دو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور پیروی کرو اس بہترین شے کی جو تمہارے رب نے تمہاری جانب نازل کی ہے قبل اس کے کہ اچانک تم پر عذاب آ جائے اور تمہیں کچھ خبر بھی نہ ہو"۔ (آیت: 54-55)

(باقی صفحہ 6 پر)

’’ایل ایف او‘‘ اور متحدہ مجلس عمل کی حقیقی ذمہ داری

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

اسمبلیوں میں ایک بار پھر گو گو اور نو نو کے نعرے بلند ہونے لگے ہیں۔ تالیاں پیٹنا‘ ڈیسک بجانا‘ نعرے بازی کرنا‘ سپیکر کا گھیراؤ کرنا‘ کئی روز سے قومی اسمبلی میں اپوزیشن کا معمول بنا ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسمبلی کا اجلاس کچھ دیر اس طرح کا تماشا دکھا کر ملتوی ہو جاتا ہے۔ یہ جھگڑا ایل ایف او (Legal Framework Order) پر کھڑا ہوا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں اپنے رویہ میں لچک ظاہر کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ دونوں کے موقف میں rigidity آ رہی ہے اور وہ تیزی سے پوائنٹ آف نو ریٹرن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ برطانوی مملکت جو جمہوریت کی ماں کا درجہ رکھتی ہے اسی نے برصغیر ہند میں جمہوریت کی پنیری لگائی تھی لیکن حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ انگریز کا لگایا ہوا یہ پودا کسی قدر کوتاہیوں اور خطاؤں کے باوجود بھارت میں ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جب کہ پاکستان میں اس پودے کے ساتھ خود باغبانوں کا سلوک کبھی اچھا نہ رہا اور کبھی کبھار اگر چند کونپلیں پھوٹیں بھی تو بھاری بھرکم بوٹوں نے انہیں بے دریغ کچل دیا۔ ہم آنکھیں بند کر کے برطانوی طرز کی پارلیمانی جمہوریت سے چمٹے ہوئے ہیں یہ دیکھے بغیر کہ ہمارا معاشرتی رخ ہماری معاشی حالت اور ہماری جغرافیائی صورتِ حال اس نظام سے لگا کھاتی ہے یا نہیں ہم نے پارلیمانی جمہوریت کو انگریز کی مقدس امانت جانا ہے اور اس کے خلاف اور صدارتی نظام کے حق میں ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں جب کہ جمہوری اداروں کے استحکام اور ایوان کے تقدس کے حوالہ سے عملی طور پر ہمارے اور ان کے رویہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کے لئے ایک مثال ہی کافی ہے۔ برطانیہ کا ہاؤس آف کامنز ہو یا پاکستان کی قومی اسمبلی‘ سپیکر کو غیر جانبدار سمجھا جاتا ہے اور وہ قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔ ہاؤس آف کامنز میں جو شخص سپیکر منتخب ہو جائے اگلے انتخابات میں مخالف سیاسی جماعتیں اس کے خلاف اپنا امیدوار کھڑا نہیں کرتیں اور وہ بلا مقابلہ منتخب ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں سپیکر کا ہر دوسرے روز گھیراؤ ہوتا ہے۔ اسے جانبدار ہونے کا طعنہ ملتا ہے اور یادش بخیر سقوطِ ڈھاکہ سے پہلے مشرقی پاکستان اسمبلی کا ایک سپیکر ایوان میں امن بحال کراتے کراتے اراکین اسمبلی کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس لحاظ سے عملی طور پر پاکستان کی ہر اسمبلی کے سپیکر کو ممبران سے یوں مخاطب ہونا چاہئے ’’جان کی امان پاؤں تو عرض کروں‘‘۔

ایل ایف او کی کل 29 شقیں ہیں جن میں سے 26 ایسی ہیں جن میں سے کچھ پر عمل درآمد ہو چکا ہے لہٰذا ان پر بحث لا حاصل ہے بقایا پر فریقین میں اتفاق ہو چکا ہے۔ لے دے کر صرف تین ایسی شقیں ہیں جن پر اختلافات ہیں۔ وہ کچھ یوں کہ ایل ایف او کی شق نمبر 5 جس میں کہا گیا ہے کہ 152-A کے ذریعے نیشنل سیکورٹی کونسل کی تشکیل کو آئین کا حصہ بنایا جائے جب کہ حزب اختلاف کا مطالبہ ہے کہ پارلیمنٹ ایکٹ کے ذریعے تشکیل کی جائے۔ ایل ایف او کی شق نمبر 6 میں سیکورٹی کونسل کی تشکیل یوں کر دی گئی ہے۔ صدر‘ وزیر اعظم‘ چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی‘ تینوں مسلح افواج کے سربراہوں‘ چیئرمین سینٹ‘ سپیکر قومی اسمبلی‘ اپوزیشن لیڈر اور چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ۔ جب کہ حزب اختلاف کا مطالبہ ہے کہ ہیئت ترکیبی پارلیمنٹ سے منظور کرائی جائے۔

ایل ایف او کی شق نمبر 14 کے مطابق صدر اپنی صوابدید پر اسمبلی برطرف کر سکے گا جب کہ حزب اختلاف کا مطالبہ یہ ہے کہ اسمبلی کی بجائے صدر کے پاس کابینہ کی برطرفی کا اختیار ہونا چاہئے۔ اگر غور کیا جائے تو پہلے دو نکات پر اختلافات بھی بڑی سطحی قسم کے ہیں۔ سیکورٹی کونسل کی ہیئت ترکیبی بدل دینے سے کوئی انقلابی نوعیت کا فرق واقع نہیں ہو جائے گا پھر یہ کہ پارلیمانی نظام میں بھی چاہے اختیارات وزیر اعظم کے زیادہ ہوں سٹیٹس کے لحاظ سے صدر مملکت اولین حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک شق نمبر 14 کا تعلق ہے جس کی مخالفت کرتے ہوئے حزب اختلاف کا مطالبہ یہ ہے کہ صدر اسمبلی کی بجائے کابینہ کو برطرف کرے گا۔ راقم کی رائے میں یہ مطالبہ ناممکن العمل ہے۔ یہ مطالبہ تو منطقی ہے کہ صدر کے پاس سرے سے اسمبلی برطرف کرنے کا اختیار ہی نہ ہو لیکن اگر صدر اسمبلی کی بجائے صرف کابینہ کو برطرف کرتا ہے اور حکومتی پارٹی کا معاملہ یہ ہے کہ اسے اسمبلی میں اتنی بڑی اکثریت حاصل ہے کہ وہ پھر اس جیسی حکومت دوبارہ بنا لیتی ہے۔ وزیر اعظم اور کابینہ کی اگر رکنیت بھی ختم کر دینے کا اختیار صدر کے پاس ہو تو وہ دوبارہ ضمنی انتخابات میں منتخب ہو جائیں گے اور ان کی جماعت جو بڑی اکثریت میں ہے دوبارہ اقتدار ان ہی لوگوں کو لٹا دیں گے لہٰذا ساری کارروائی وقت اور پیسہ کے ضیاع کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم کا اپوزیشن کو مشورہ ہے کہ وہ اسمبلی کو چلنے دیں اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں کہ جب بھی اسمبلیاں بنیں اور جب بھی سیاست دانوں کو اقتدار دیا گیا وہ قوم کی خدمت کرنے کی بجائے آپس میں گتھم گتھا ہوتے رہے۔ راقم کی رائے میں عوام سب سے زیادہ مطعون ایم ایم اے کو کریں گے۔ جہاں تک پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ وغیرہ کا تعلق ہے یہ خالصتاً سیاسی جماعتیں ہیں وہ کہہ سکتی ہیں کہ 1973ء کے آئین کی من و عن بحالی ہماری اولین ترجیح ہے۔ ہم سیاسی لوگ ہیں جمہوری فضا ہمارے لئے آکسیجن کا درجہ رکھتی ہے اور آمریت میں ہمارا دم گھٹ جاتا ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی ہمارے لئے زندگی موت کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہم تو وہ تمام شقیں ختم کروا کر دم لیں گے جن سے صدر کا انگوٹھا پارلیمنٹ کی سانس کی نالی پر آتا ہو۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جمہوریت ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے لہٰذا ہماری ساری جدوجہد اسی حوالہ سے ہو گی۔ جب کہ ایم ایم اے کا مسئلہ محض جمہوریت نہیں ہونا چاہئے ان کی پہلی اور اہم ترین ترجیح اسلام ہے۔ ان کا نکتہ نظر یہ ہونا چاہئے کہ صدر مضبوط ہو یا وزیر اعظم یہ سب دوسرے درجہ کی چیزیں ہیں اصل بات یہ ہے کہ ہمارا دستور خالصتاً اسلامی دستور ہونا چاہئے ان کی شب و روز یہ تگ و دو ہونی چاہئے کہ 1973ء کے دستور میں جو جو شے اسلام کا راستہ روکنے والی ہے اسے کاٹ کر پھینک دینا چاہئے۔ نفاذ اسلام کے حوالہ سے انہیں حکومت کو غیر مشروط تعاون پیش کرنا چاہئے۔ صدر وردی اتارے یا نہ اتارے لیکن غیر اسلامی اور منافقت پر مبنی دفعات کو دستور سے خارج کر دینے میں رکاوٹ نہ بنے۔ ایم ایم اے کو اپنی تمام تر توانائیاں پاکستان کو ایک نظریاتی فلاحی اسلامی ریاست میں بدل دینے کے لئے وقف کر دینی چاہئے۔ دینی جماعتیں اگر پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو انہیں بخوبی علم ہو جائے گا کہ ماضی میں بحالی جمہوریت کی

تحریکوں کا حاصل کیا رہا۔ ایوب خان کے خلاف تحریک کے نتیجہ میں یحییٰ خانی قائم ہوئی اور مملکت خداداد دولخت ہوگئی۔ بھٹو کے خلاف تحریک کے نتیجہ میں ضیاء الحق کا مارشل لاء نافذ ہوا اور وہ گیارہ سال تک اسلام کے حوالے دے کر عوام کو میٹھی لوریاں سناتے رہے۔

عوام کا دیرینہ مطالبہ یہ تھا کہ دینی جماعتیں متحد ہو کر انتخابات میں حصہ لیں تاکہ ان کے ووٹ تقسیم نہ ہوں اور وہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔ اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں دینی جماعتیں متحدہ مجلس عمل کے نام سے متحد ہوگئیں جس کے نتیجہ میں ملک میں پہلی بار علماء کرام کی بھاری اکثریت اسمبلیوں میں پہنچ گئی۔ اب اگر ایل ایف او کے لڑائی جھگڑے میں انہوں نے اسلام کے حوالہ سے کوئی کام نہ کیا اور حکومت سے محاذ آرائی دوسرے ایشوز پر کرتی رہی یہاں تک کہ اسمبلی کی معیاد ختم ہوگئی یا کر دی گئی تو اس سے دہرا نقصان ہوگا۔ ایک تو عوام کا ان سے اعتماد اٹھ جائے گا کہ علماء کرام بھی اسمبلیوں میں جا کر ویسی ہی حرکات کرتے ہیں جیسی دوسرے سیاسی کارکن لہٰذا اگلے انتخابات میں عوامی ردعمل یوں آ سکتا ہے کہ دینی جماعتیں ایوان سے ایک بار پھر غائب ہو جائیں۔ علاوہ ازیں اسلام دشمنوں اور سیکولر سوچ رکھنے والے لوگوں کو موقع مل جائے گا کہ وہ یہ پروپیگنڈا کر سکیں کہ علماء جو باتیں منبر و محراب سے کرتے رہتے ہیں انہیں عملی شکل دینا خود ان کے لئے بھی ممکن نہیں۔

عالمی حالات کے حوالہ سے خصوصاً امریکہ جو طرز عمل اختیار کر چکا ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے داخلی سطح پر انتشار اس وقت ملکی سلامتی کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ دشمن کو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت بری طرح کھٹک رہی ہے اگر اندرون ملک باہمی اتحاد و اتفاق کی فضا قائم نہ ہو سکی تو ”خوئے بدرا بہانہ بسیار“ کے مصداق دشمن کوئی عذر گھڑ کر پاکستان کے خلاف کارروائی کر سکتا ہے۔ راقم کی نظر میں پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں محب وطن ہیں البتہ اس معاملہ میں بھی متحدہ مجلس عمل کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے اس لئے کہ یہ قطعہ زمین اسلامی قلعہ تعمیر کرنے کے لئے حاصل کیا گیا تھا اگر پلاٹ ہی نہ رہا تو عمارت کہاں تعمیر ہوگی۔ متحدہ مجلس عمل کے کندھوں پر اس وقت ایک بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ ہے اسے انہیں گو گو اور نو نو کے نعروں میں گنوا نہیں لینا چاہئے۔

بقیہ : منبر و محراب

توبہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور یہ رجوع سابقہ گناہوں پر پشیمانی' ندامت اور خجالت کے جذبات کے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد سر تسلیم خم کرتے ہوئے جو حکم آئے اس کی تعمیل کے لئے سر توڑ کوشش کی جائے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو زندگی میں مقدم ترین حیثیت حاصل ہو۔ یہ کام اقوام کے لئے اللہ کے عذاب کی علامات کے ظہور سے پہلے ہونا چاہئے اور افراد کے لئے موت کی گھڑی آنے سے پہلے ہوگا کیونکہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ کلام اللہ (الھدیٰ) کی پیروی کی جائے۔ ہم ہر نماز میں اللہ سے ہدایت کی دعا کرتے ہیں ﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾ اس دعا کے نتیجہ میں اللہ نے یہ پورا قرآن عطا فرمایا ہے۔ لیکن ہماری کم ظرفی یہ ہے کہ ہم اس ہدایت کو خوبصورت جز دان میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ چھوڑتے ہیں اور اسے کھولنے کے لئے تیار نہیں حالانکہ یہ کتاب ہماری زندگی کے ہر ہر مرحلہ پر ہمیں رہنمائی مہیا کرتی ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا:

”کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے کہ ہائے افسوس میں اللہ کی جناب میں زیادتی کرتا رہا اور میں تو مذاق اڑانے والوں میں شامل رہا۔ یا کوئی شخص اس دن افسوس سے یوں کہے کہ کاش اللہ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو آج میں متقین میں شامل ہوتا۔ یا جس وقت وہ عذاب کو سامنے دیکھے تو حسرت بھرے لہجے میں کہے کہ کاش مجھے ایک موقع اور مل جائے تو میں محسنین میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا جائے گا کیوں نہیں! میری آیات تجھ تک پہنچی تھیں پس تو نے اسے جھٹلایا اور استکبار کا مظاہرہ کیا اور تو تھا ہی کافروں میں سے“۔ (آیت 56-59)

یہ کسی ایک فرد کا معاملہ نہیں ہے بلکہ ہماری قوم میں ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو یہ سوچ رکھتا ہے۔ جیسا کہ صدر مشرف کو اپنے بارے میں غرہ ہے کہ انہوں نے پاکستان کی حفاظت و سلامتی کے لئے بہت کام کیا ہے لیکن جس طرح ہم نے دین اسلام سے بے وفائی کر کے اپنی آزادی و خودمختاری امریکہ کے ہاتھوں رہن رکھ دیا ہے اس کے بارے میں شاعر مشرق نے بہت پہلے کہہ دیا تھا۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

آج کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کا مستحق بننے اور عالم کفر کی سازشوں سے بچنے کے لئے ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اجتماعی توبہ کی روش اختیار کرتے ہوئے اللہ کی جناب میں رجوع کریں اور یہاں اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کے لئے اپنا تن من دھن لگا دیں۔

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 5833637) کے زیر اہتمام اس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد — 12 مئی تا 14 جون 2003ء — ہوگا' ان شاء اللہ

❀ **اوقات**: صبح 8:30 تا دوپہر 12:10 بجے روزانہ

❀ **مضامین**: (1) تجوید و ناظرہ (2) مطالعہ قرآن حکیم (3) مطالعہ حدیث (4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز (5) کمپیوٹر EDP (6) بنیادی انگلش گرامر (خصوصی لیکچرز)

❀ کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔ ❀ ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 300 روپے' جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لئے زر طعام 1000 روپے

ان مستحق طلبہ کے لئے جو واجبات ادا نہ کر سکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ہماری نجات کا واحد ذریعہ: اجتماعی توبہ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الفرقان کی آیت 7 میں ارشاد ربانی ہے (ترجمہ) ''سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور جو ایمان لائے اور جنہوں نے بالفعل اچھے عمل کئے تو اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔''

دنیا میں کسی قوم کے اللہ کے عذاب سے بچنے کی واحد صورت ''اجتماعی توبہ'' ہے اور اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی معاشرے میں صد فی صد لوگ تو کسی بھی دور میں درست نہیں ہوئے۔ (یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آخر دم تک کچھ نہ کچھ تعداد میں منافق ضرور موجود رہے) تاہم اگر کسی قوم کے افراد اتنی معتد بہ تعداد میں سچی توبہ کر لیں کہ پھر اپنی دعوت و نصیحت' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے قوم کے اجتماعی دھارے کا رخ تبدیل کر دیں' یعنی بالفاظ دیگر ایک اجتماعی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں' تو اس قوم کی جانب سے ''اجتماعی توبہ'' کا حق ادا ہو جائے گا۔ توبہ گویا ازسرنو ایمان لانے کا کام ہے جس کا لازمی نتیجہ عمل کی اصلاح ہے' لہٰذا قوم کی اجتماعی توبہ کے لئے اصل اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ اولاً افراد و اشخاص کی ایک معتد بہ تعداد اللہ کے حضور میں سچی اور خالص توبہ کرے اور ایک جانب اپنے عقائد کی تصحیح کرے اور توحید خالص کا دامن ازسرنو مضبوطی کے ساتھ تھامے' دوسری جانب فسق و فجور کو ترک کرے اور اپنی معیشت اور معاشرت کو حرام اور منکر سے پاک کرے اور تیسری جانب غلبہ اسلام اور قیامِ نظامِ خلافت کی منظم جدوجہد کے لئے تن من دھن وقف کر دے۔ ثانیاً اس طرح جو منظم قوت وجود میں آئے وہ ملکی سیاست اور اقتدار کی کشاکش سے بالکل علیحدہ رہتے ہوئے اپنی جملہ مساعی اور تمام تر توانائیوں کو مزاحمتی تحریک کے لئے وقف کر دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں فطری تدریج کے ساتھ ''باللسان'' یعنی زبان اور نشر و اشاعت کے دیگر ذرائع سے تدریجاً آگے بڑھ کر ''بالید'' یعنی قوت کے ساتھ مزاحمت کی راہ اختیار کرے اور اس طرح ارض پاکستان پر اللہ کے دین کو غالب اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کر دے۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نہ صرف یہ کہ قیام پاکستان کے لئے جو قربانیاں مسلمانانِ ہند نے دی تھیں وہ رائیگاں نہیں گئیں' بلکہ الف ثانی کی جملہ چار سو سالہ تجدیدی مساعی بھی بارآور ہو گئیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں ارضِ پاکستان کو فوری طور پر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا گہوارہ اور عالمی غلبہ اسلام کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ اب ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کی دلی خواہش بھی یہی ہو گی کہ ایسا ہو جائے' اور اسی کی دعا بھی ہر قلب کی گہرائی سے بلند ہو گی اور ''جب تک سانس تب تک آس!'' کے مطابق ہمیں آخری دم تک کوشش بھی اسی کی کرنی چاہئے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ اس کے کچھ ناگزیر لوازم و شرائط ہیں۔ اولاً یہ کہ اگرچہ اجتماعی توبہ کا نقطہ آغاز لامحالہ انفرادی توبہ سے ہی ہوتی ہے لیکن انفرادی توبہ کے ذریعے صرف اخروی عذاب سے نجات کی ضمانت مل سکتی ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں کہ وہ واقعی ''توبۃ النصوح'' ہو۔ دوسرے یہ کہ آئندہ کے لئے عزم مصمم ہو کہ اس گناہ کا ارتکاب کبھی نہیں کروں گا۔ تیسرا یہ کہ بالفعل بھی اس گناہ کو واقعتاً ترک کر دے اور جو کسی کا حق تلف یا غصب کیا تھا اس کی تلافی کرے یا بصورت دیگر اس سے معافی حاصل کرے (ورنہ قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی یا مظلوم کی برائیاں ظالم کے حساب میں شمار ہوں گی) انفرادی توبہ خواہ کتنی ہی سچی ہو اور انسان ذاتی اعتبار سے خواہ کتنا ہی متقی و صالح اور عابد و زاہد کیوں نہ بن جائے اگر قوم کی مجموعی حالت تبدیل نہ ہو اور وہ بحیثیت مجموعی عذاب خداوندی کی مستحق بن جائے تو جس طرح چکی میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے اسی طرح جب کسی قوم پر دنیا میں اجتماعی عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں بدکاروں اور بدمعاشوں کے ساتھ ساتھ بے گناہ لوگ بھی آ جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت 25 میں ارشادِ خداوندی ہے ''اور ڈرو اس عذاب سے جو تم میں سے صرف بدکاروں اور گناہ گاروں ہی پر نہیں آئے گا اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے'' نیک اور صالح افراد کے عذابِ خداوندی سے بچا لئے جانے کی واحد استثنائی صورت کا ذکر بھی سورۃ التوبہ کی آیت 112 میں آیا ہے ''توبہ کرنے والے' بندگی کا حق ادا کرنے والے' اللہ کی حمد کرنے والے' لذاتِ دنیوی سے کنارہ کش رہنے والے' سجدہ کرنے والے' نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کے محافظ بن کر کھڑے ہو جانے والے'' تو اگر ان کی جملہ مساعی کے باوجود قوم بحیثیت مجموعی صحیح رخ پر نہ آئے اور اعراض اور استکبار پر مصر رہنے کے باعث عذابِ الٰہی کی مستحق ہو جائے تو اللہ اپنے ایسے ''نہی عن المنکر'' کرنے والے بندوں کو دنیا کے رسوا کن عذاب سے بچا کر اپنے دامنِ رحمت میں لے لیتا ہے۔ اجتماعی توبہ کے لئے تجدید ایمان کی عمومی تحریک ''رجوع الی القرآن'' شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے امت مسلمہ کے جملہ امراض کا اصل سبب قرآن سے دوری قرار دیا اور اس کا علاج ''رجوع الی القرآن'' تجویز کیا۔ چنانچہ جواب شکوہ میں ارشاد فرمایا ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور نہایت پرشکوہ الفاظ میں ان فارسی اشعار میں بیان کیا کہ

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردشِ دوران شدی

اور ۔

اے چو شبنم بر زمیں افتندہ
در بغل داری کتاب زندہ!

یعنی ''اے امت مسلمہ تو درحقیقت تو خوار اور زبوں حال صرف اس لئے ہوئی ہے کہ قرآن حکیم سے اپنا تعلق توڑ بیٹھی۔ گردشِ دوراں کے شکوے خواہ مخواہ کر رہی ہے۔ اے وہ قوم کو شبنم کی طرح زمین پر پڑی ہوئی ہے اب بھی اس ''کتابِ زندہ'' کی جانب رجوع کر لے جو تیری بغل میں موجود ہے۔ (تو تیرے تمام امراض کا مداوا ہو جائے گا اور جملہ مسائل حل ہو جائیں گے' گویا جس طرح جبران خلیل جبران نے کہا تھا ''عقل سے روشنی حاصل کرو' اور جذبہ کے تحت حرکت کرو!'' اسی طرح ہماری ''اجتماعی توبہ'' کا نسخہ یہ ہے کہ ''قرآن سے ایمان حاصل کریں اور ایمان کے روغن سے جہد و عمل کی شمعیں روشن کریں!'' اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرسلہ: وسیم احمد' حلقہ لاہور ڈویژن)

ضرورت رشتہ

پابند صوم و صلوٰۃ' تعلیم ایم اے (لیکچرار۔ فائن آرٹ) عمر 24 سال۔ لاہور کی رہائش شیخ فیملی لڑکی کے لئے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: علی جواد حسین
فون: 5168531 (گھر) 5174438 (دفتر)

اب امریکہ کی باری ہے!

تحریر: اے بی ایس جعفری ' ترجمہ: عاصم محمود

حالیہ خلیجی جنگ کے خاتمے کے بعد یک طرفہ اور من مانے انداز میں ہر ملک سے جوہری ہتھیاروں کا خاتمہ اور انہیں غیر مسلح کرنا امریکہ کے ایجنڈے پر سرفہرست ہے۔ اگر یہ عمل غیر جانبدارانہ' بے غرضانہ اور شفاف ہو' تو یہ مقاصد عالی مرتبت اور نیک ہیں اور اس کے معنی ہیں جامع جوہری تخفیف اسلحہ۔ ہر باضمیر انسان چاہے گا کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے دل و جان سے عمل کیا جائے۔

مگر سوال یہ ہے کہ سب سے پہلے کس ملک کو جوہری اسلحے سے پاک کیا جائے؟ ایک عام شخص بھی امریکہ کی طرف انگلی اٹھائے گا۔ اسلحہ خصوصاً ایٹمی اسلحہ تباہ کرنے کا آغاز لازماً امریکہ سے ہونا چاہئے۔ واشنگٹن کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے ہر قسم کا اپنا اسلحہ تلف کرے اور یہ عظیم الشان مثال پیش کر کے تخفیف اسلحہ کی عالمی تحریک کی قیادت کرے۔

اس وقت ایسی کئی اہم بلکہ ناگزیر وجوہات ہیں جن کی بنا پر سب سے پہلے امریکہ کو چاہئے کہ وہ رضاکارانہ طور پر جامع طریقے سے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے جوہری ہتھیاروں سے اپنے آپ کو غیر مسلح کرے پھر اپنا کیمیائی اور حیاتیاتی اسلحہ بھی ٹھکانے لگائے۔

وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے امریکہ ہی میں اس خیال نے جنم لیا کہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار بنائے جائیں۔ یعنی امریکہ خوفناک اور خطرناک اسلحے کا موجد ہے۔ ایک دفعہ ایجاد کرنے کے بعد وہ پھر رات دن وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے ہر جگہ سے مطلوبہ معلومات حاصل کیں اور ایسی ٹیکنالوجی ایجاد کی جس کے ذریعے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے اسلحے کے انبار لگ گئے۔

ان خطرناک اور خوفناک ہتھیاروں کا موجد امریکہ' صرف امریکہ ہے۔ امریکیوں نے زبردست تباہی پھیلانے کے لئے سائنس و ٹیکنالوجی ایجاد کی اور پھر اپنے ذخیروں میں ان تباہ کن ہتھیاروں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اس وقت امریکہ ہی میں سب سے زیادہ اور سب سے خطرناک ہتھیار موجود ہیں۔ ماہرین نے اس ضمن میں مختلف اندازے لگائے ہیں کہ امریکہ میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تعداد کتنی ہے مگر اس امر پر سب متفق ہیں کہ امریکیوں کے پاس اتنا اسلحہ ہے جس کے ذریعے کرۂ ارض پر ساری زندگی کا خاتمہ کئی بار ہو سکتا ہے۔ یہ ایک لرزا دینے والا خیال ہے مگر مستقبل قریب میں عملی جامہ پہن سکتا ہے۔

ذہن میں ذرا سا زور دیجئے! آپ کو یاد آئے گا کہ امریکہ وسیع پیمانے پر تباہ کن اسلحہ والی واحد قوت ہے جو ماضی میں جوہری ہتھیار استعمال کر چکی ہے۔ ایک بار نہیں دو بار۔ 6 اگست 1945ء کو امریکیوں نے جاپانی شہر ہیروشیما پر پہلا ایٹم بم گرایا۔ چند منٹ کے اندر اندر شہر کے تین لاکھ باشندوں میں سے ایک تہائی چل بسے۔ ہنستا بستا شہر آن کی آن میں راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ جو زندہ بچے وہ بقیہ عمر مختلف امراض میں مبتلا ہو کر سسک سسک کر جئے۔ تین دن بعد امریکہ نے دوسرے جاپانی شہر ناگاساکی پر ایٹم بم گرایا۔ وہاں بھی چند لمحات میں ساڑھے چار لاکھ انسانوں میں سے ایک تہائی موت کے منہ میں چلے گئے۔ زندہ بچ جانے والے آخر دم تک موذی بیماریوں کا نشانہ بن کر تڑپتے بلکتے رہے۔

اس طرح امریکہ نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے اپنے ہتھیاروں کے صرف دو حملوں سے لاکھوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ ریکارڈ شدہ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی بھیانک مثال نہیں ملتی کہ صرف دو حملوں کے ذریعے اتنی وحشت اور بے دردی سے ہزاروں انسانوں کو خاک و خون میں نہلا دیا گیا ہو۔

امریکہ نے بہانہ یہ بنایا کہ جنگ جلد ختم کرنی ہے۔ اس سے زیادہ بے ہودہ بہانہ کوئی اور نہیں ہو سکتا کیونکہ مئی میں جرمن نازیوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد بنیادی جنگ ختم ہو چکی تھی اور مشرقی محاذ پر بھی جنگ کا دم آخر میں تھا' وہ چند دنوں میں ختم ہو جانی تھی۔ اگر جنگ چند ہفتے جاری رہتی تب بھی اس ہولناک طریقے سے قیمتی انسانی جانیں ضائع نہ ہوتیں جو امریکیوں نے اپنایا۔

یہ یاد رکھئے! کہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے خوفناک بم فوجی ٹھکانوں پر نہیں بلکہ شہروں پر برسائے گئے جہاں لاکھوں ہنستے بستے اور معصوم شہری آباد تھے۔ جنگ کے جلد خاتمے کے لئے یہ قدم اٹھانا ضروری تھا۔ اس لغو امریکی نظریے کو عیار اور مکار بہانہ سمجھ کر فوراً نظر انداز کر دیجئے کیونکہ اس کے ذریعے انسانیت کے خلاف بدترین جرم پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

امریکہ نے جنگ عظیم دوم کو دنیا والوں کے سامنے "تمام جنگوں کا خاتمہ کرنے والی جنگ" کی حیثیت سے پیش کیا مگر اب تک کئی سو چھوٹی بڑی جنگیں ہو چکی ہیں۔ صرف امریکہ بیس جنگیں لڑ چکا ہے۔ عراق کے خلاف حالیہ جنگ اس کی اکیسویں جنگ ہے جو اکیسویں صدی کے آغاز میں معلوم نہیں اس کے عروج کی نشانی ہے یا زوال کی۔ یہ جنگ اس لئے لڑی جا رہی ہے تا کہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والا اسلحہ تباہ کیا جائے مگر رونگٹے کھڑے کر دینے والی ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کا آغاز اس عالمی طاقت نے کیا جو سب سے زیادہ خوفناک اور خطرناک ہتھیار رکھتی ہے اور انہیں استعمال کرتے ہوئے ذرا سی بھی ہچکچاہٹ کا اظہار نہیں کرتی۔

وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے اسلحے کے علاوہ امریکیوں کے پاس ایسے کیمیائی ہتھیار ہیں جو بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ویت نام جنگ کے دوران امریکہ نے میدانِ جنگ میں نئی نئی قسم کے خوفناک کیمیائی اسلحے کے تجربات کئے۔ امریکی ان کیمیائی بموں کے استعمال کو برحق سمجھتے تھے جنہیں حسن ادا سے پت جھڑ (Defoliants) کہا جاتا ہے۔ ان خطرناک بموں نے نہ صرف انسانوں کو مارا بلکہ وسیع رقبے پر پھیلے ہرے بھرے جنگل اجاڑ کر رکھ دیئے۔

کیمیائی بم نہ صرف انسان اور سبزے کے لئے مہلک ہیں بلکہ جہاں گرتے ہیں وہاں کی مٹی میں عرصہ دراز تک زندگی پنپ نہیں سکتی۔ اسی لئے ویت نام میں جہاں جہاں یہ بم گرے' وہاں کی زمین برسوں اتنی بنجر اور سنگلاخ رہی کہ گھاس تک نہ اگ سکی۔

پچھلی آدھی صدی سے امریکیوں نے لیکچروں' تقریروں' مذاکروں اور دھمکیوں کے ذریعے پوری دنیا کو لگاتار یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ جمہوریت کی قدر کرو' معاشرے کو آزاد رکھو' ہر انسانی جان قیمتی ہے' ہر ملک کا اقتدار اعلیٰ قابل احترام ہے وغیرہ وغیرہ' مگر امریکہ کا ریکارڈ گواہی دیتا ہے کہ اس نے عموماً اپنے کہے کو جھٹلا کر قدروں اور مقاصد کو پامال کیا۔

اگر امریکہ ان مقاصد سے مخلص ہوتا جن کی وہ زور و شور سے تبلیغ کرتا ہے' تو وہ اپنے لامحدود مالی' مادی اور تکنیکی وسائل اور بے اندازہ دولت کے ذریعے دنیا کو ایسی جگہ بنا دیتا جہاں سے غربت' بھوک' امراض' غلامی اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی جیسے عوامل نیست و نابود ہو جاتے اور کبھی سر نہ اٹھاتے۔

مگر آج دنیا کی کیا حالت ہے؟ نصف سے زیادہ آبادی غربت' ظلم' خوف و ہراس' امراض' تکلیف اور ذلت کا نشانہ بن کر زندگی بسر کر رہی ہے۔ ان میں سے اکثر

(باقی صفحہ 14 پر)

شاہ ولی اللہؒ کی معاشی تحریک

سید قاسم محمود

اٹھارویں صدی وہ انقلاب آفریں اور ہنگامہ خیز صدی تھی جس میں مغل ملوکیت کا آفتاب ڈھلتے ڈھلتے غروب کے قریب پہنچ رہا تھا اور یورپی ملوکیت کی صبح کاذب ہندوستان کے مشرق میں صبح صادق بنتی جا رہی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کی شہنشاہانہ عظمت سے اس صدی کا آغاز ہوا اور خاتمہ اس فدائے ملک و ملت کی شہادت پر ہوا جس کو دنیا سلطان ٹیپو کے نام سے پہنچانتی ہے' جس کے خونِ شہادت میں لتھڑے ہوئے جنازے کو دیکھ کر انگریز فاتح کی زبان بے ساختہ پکار اٹھی تھی: ''آج ہندوستان ہمارا ہے۔''

مرکزی حکومت کے ارکان میں باہمی کشمکش' صوبائی گورنروں کی خودمختاری' مرہٹوں' روہیلوں' جاٹوں اور سکھوں کی بڑھتی ہوئی بے مہار طاقت' ان طاقتوں کے تصادم سے ہندوستان کا چپہ چپہ میدان کارزار بنا۔ بار بار ان کے سیلاب دارالحکومت دہلی تک پہنچے اور تین سو سالہ شہنشاہیت کے احترام و وقار کو پامال لیا۔ ان جنگجو طاقتوں نے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے باہر کی طاقتوں سے بھی سازباز کی۔ ایک گروپ نے نادر شاہ کو بلایا تو دوسرے گروپ نے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی۔ نوعیت میں کسی قدر فرق رہا' مگر وطن اور اہلِ وطن کو نقصان پہنچانے میں دونوں ایک دوسرے سے بڑھتے رہے۔

یہ حال ان طاقتوں کا تھا جن کا مرکز ہندوستان' ایران اور افغانستان تھا' جو دارالحکومت دہلی سے قریب کا تعلق رکھنے والی تھیں۔ باقی رہی یورپ کی سفید فام طاقتیں (انگریز' فرانسیسی' پرتگیز' ولندیزی) جو ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں قدم جما چکی تھیں' وہ اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کی حریف ہو گئی تھیں' مگر ہندوستان کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے میں سب شریک تھیں۔ بالخصوص ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذمہ داروں نے تمام یورپی ساتھیوں سے آگے بڑھ کر اس خانہ جنگی سے زیادہ سے زیادہ وہ فائدہ حاصل کیا جو ایک بیدار مغز' چست و چالاک حریف ایسے موقع سے حاصل کر سکتا ہے۔ اس نے بنگال میں اپنی فوجی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔ انتہا یہ کہ ایک طرف ابدالی کی فوجیں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کا خاتمہ کر رہی تھیں تو دوسری طرف بنگال میں انگریز فوج نے نواب سراج الدولہ کو موت کے گھاٹ اتار کر انگریز سامراج کے پرچم لہرا رہی تھیں۔

مرض کی تشخیص

یہ تمام تباہ کن ڈرامے شاہ ولی اللہ کی زندگی میں ان کی چشمِ بینا کے سامنے ہو رہے تھے۔ ایک طرف آپ کے قلبِ حساس میں وطن کی بربادی کا درد تھا۔ دوسری طرف آپ کا مغزِ بیدار مرض کی تشخیص اور فکر علاج میں مشغول تھا۔ اسی اضطراب اور بے چینی میں آپ نے اصلاحی تحریک شروع کی' جس کی شدت سے مخالفت کی گئی' یہاں تک کہ ایک مرتبہ مسجد فتح پوری سے نکلتے ہوئے آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا۔ اسی فکرمندی میں آپ نے حجاز شریف کا سفر اختیار کیا۔ وہاں دو سال قیام کر کے روحانی اور علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ بڑا کام یہ کیا کہ یورپ اور ایشیا کے زائرین سے ان ممالک کے متعلق پوری واقفیت حاصل کی۔ خلافتِ عثمانیہ کو اگر معاشرتی خرابیوں کا گھن لگ چکا تھا' مگر پھر بھی وہ اس زمانے میں ایشیا کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ تمام مشرق وسطیٰ پر اس کے اقتدار کا پرچم لہرا رہا تھا۔ بحرِ عرب میں عدن تک اس کا قبضہ تھا اور یورپ اور افریقہ کے بھی بہت سے حصے اس کے زیرِ اقتدار تھے۔ ان تمام ممالک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے گہرے غور و فکر اور اعلیٰ تدبر سے فیصلہ کیا کہ جتنی بھی معاشرتی اور اقتصادی برائیاں اس وقت موجود ہیں' ان کا اصل سبب ملوکیت اور بادشاہت ہے۔

انقلاب: واحد علاج

شاہ صاحب کے ضمیر نے یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ ان تباہیوں اور بربادیوں کا واحد علاج ''فک کل نظام'' ہے' یعنی ایسا مکمل اور ہمہ گیر انقلاب جو سماج کے مروجہ معاشی' معاشرتی اور سیاسی نظام کے پورے ڈھانچے کو یکسر بدل ڈالے' کیونکہ اس وقت کا پورا کا پورا نظام ہی بادشاہت و ملوکیت کا پروردہ ہے اور وہ امراض جو شہنشاہیت کے ساتھ لازم ہوتے ہیں' پورے نظام کے ایک ایک شعبے میں سرایت کر چکے ہیں۔ پس کوئی اصلاح اس کے بغیر ممکن نہیں کہ پورے سماج کے ڈھانچے کو منہدم کر کے اس کی جگہ نظامِ نو تعمیر کیا جائے۔ یہی ہے ''فک کلِ نظام'' پورے نظام کا انہدام۔

شاہ صاحب فوجی انقلاب کے حامی تھے' مگر وہ فوجی جو ''جہاد'' کے اصول پر ہو' یعنی جس کا نصب العین سب سے بہتر و برتر ہو' اور جس کا ہر ایک مجاہد ذاتی اغراض سے اس حد تک بلند ہو کہ خود اپنی شخصیت کو بھی فنا کر چکا ہو' یہاں تک کہ فنا کو بقا اور نصب العین کے لئے قربان ہو جانے کو ابدی زندگی تصور کرے۔ شاہ صاحب کی اصطلاح میں اس کا نام ''للّٰہیت'' ہے۔ ایسا انقلاب پیشہ ور سپاہیوں کے ذریعے نہیں ہو سکتا' بلکہ ان رضاکاروں کے ذریعے ہو سکتا ہے' جن کی تربیت خاص طور پر کی گئی ہو' جو نصب العین کو سمجھیں اور اصلاح و تبدیلی کے نظریات پر پہلے اپنے آپ کو ہموار کریں۔ اس کے بعد ان نظریات کو کامیاب بنانے کے لئے قربان ہو جانا اپنی زندگی کا مشن بنا لیں۔

معاشی انقلاب: واحد نسخہ

ابھی انقلابِ فرانس (1789ء) نصف صدی کے بعد آنے والا تھا' اور اشتراکیت کے معلم اوّل کارل مارکس اور اس نے نفسِ ناطقہ انجلز کی پیدائش میں پوری ایک صدی باقی تھی' اور یورپ میں صنعتی انقلاب کے آنے میں ابھی تقریباً چالیس سال کا فاصلہ تھا' کہ مسلم انڈیا کے ایک بہادر مفکر اور بیدار مغز مصلح و مجدّد نے ہندوستان کے تمام سماجی و سیاسی امراض کا نسخۂ کیمیا ''معاشی انقلاب'' کی صورت میں لکھ دیا' جس کے خاص خاص اصول مولانا سید محمد میاں نے اپنی تصنیف ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' میں اس ترتیب سے گنوائے ہیں:۔

(1) دولت کی اصل بنیاد ''محنت'' ہے۔ مزدور اور کاشتکار اصل اکتسابی قوت ہیں۔ باہمی تعاون شہریت (citizenship) کی روحِ رواں ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لئے محنت نہ کرے' ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

(2) جوا' سٹہ اور عیاشی کے اڈے فی الفور ختم کئے جائیں' جن کے ہوتے ہوئے تقسیمِ دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ ان اڈوں کی موجودگی میں قومی دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے۔

(3) مزدور' کاشتکار اور جو لوگ ملک و قوم کے لئے دماغی کام کریں' وہ دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام محنت کش قوتوں کو دبائے وہ ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ ہیں' ایسے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔

(4) جو سماجی نظام محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے' قابلِ اعتبار نہیں' جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو

امدادِ باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

(5) ضرورت مند مجبور مزدور کی خاموش رضامندی قابلِ اعتبار نہیں' جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امدادِ باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

(6) جو پیداوار اور آمدنی امدادِ باہمی اور تعاون کے اصول پر نہ ہو' وہ خلافِ قانون ہے۔

(7) کام کے اوقات محدود کئے جائیں۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہئے کہ وہ اپنی روحانی اور اخلاقی اصلاح کر سکیں' اور ان کے اندر اپنے مستقبل کے متعلق غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

(8) باہمی تعاون کا بہت بڑا ذریعہ تجارت اور کاروبار ہے۔ لہٰذا اس کو تعاون ہی کے اصول پر جاری رہنا چاہئے۔ پس جس طرح تاجروں اور کاروباری حضرات کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ اور ذخیرہ اندوزی یا غلط قسم کی مقابلہ بازی سے تعاون اور امدادِ باہمی کی روح کو نقصان پہنچائیں' اسی طرح حکومت کے لئے بھی مناسب نہیں کہ طرح طرح کے بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ اور ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے اور رخنہ اندازی کرے۔

(9) وہ تجارت یا کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقے میں منحصر کر دے' ملک و قوم کے لئے تباہ کن ہے۔

(10) ایسا سیاسی و سماجی نظام' جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کو عیش و عشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو' اس کا مستحق ہے کہ اس کو جلد از جلد اوپر سے نیچے تک ختم کر کے عوام کے مصائب دور کئے جائیں اور ان کو مساویانہ نظامِ زندگی کا موقع دیا جائے۔

(11) زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ اور ظاہری نظام کے لحاظ سے ''ریاست'' (State) ہے۔ ملک کے باشندوں کی حیثیت وہ ہے جو کسی مسافر خانے میں ٹھہرنے والوں کی۔ ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حقِ انتفاع میں دوسرے کی دخل اندازی قانوناً ممنوع ہو۔

(12) تمام انسان برابر ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک الملک' ملک الناس' مالکِ قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے' نہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی صاحبِ اقتدار کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے۔

(13) ریاست کے سربراہ (صدرِ مملکت) کی حیثیت وہ ہے جو کسی وقف کے متولی کی۔ وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندے کی طرح زندگی گزار سکے۔

(14) روٹی' کپڑا اور مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کر سکے' بلحاظ مذہب و نسل و زبان' ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(15) اسی طرح مذہب' نسل' رنگ یا زبان کے کسی فرق و تفاوت کے بغیر' عام باشندگان کے معاملات میں یکسانیت و مساوات کے ساتھ عدل و انصاف' ان کے جان و مال کی حفاظت' ان کی عزت و ناموس کی حفاظت' حقِ ملکیت میں آزادی' حقِ اظہار میں آزادی' حقوقِ شہریت میں یکسانیت و برابری ملک کے ہر باشندے کا بنیادی حق ہے۔

(16) اپنی تہذیب' ثقافت اور زبان کو زندہ رکھنا ہر فرقے کا بنیادی حق ہے۔

(17) بین الاقوامی تحفظات و حقوق کے حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ خود مختار علاقے بنائے جائیں۔ یہ خود مختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد اور خود مختار ہوں گی۔ ہر ایک اکائی میں اتنی طاقت ضرور ہونی چاہئے کہ اپنی جیسی دوسری اکائیوں کے جارحانہ اقدام کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ تمام اکائیاں ایک ایسے بین الاقوامی نظام (بلاک) میں منسلک ہوں جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہو۔ اس کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ کوئی مخصوص مذہب یا تہذیب کسی اکائی پر لاد سکے' البتہ اس کا یہ فرض ضرور ہوگا کہ کسی قوم یا اکائی یا یونٹ کو یہ موقع نہ دے کہ کسی دوسری قوم کے مذہب یا تہذیب پر حملہ کر سکے۔

(18) مذہب کے امور و معاملات میں مندرجہ ذیل چار بنیادی باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے:۔

(ا) دین اور سچائی کی بنیاد ایک ہے۔ اس کے پیش کرنے والے تمام انبیائے کرام ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

(ب) دین اور سچائی کے داعی ہر ملک اور ہر قوم میں گزرے ہیں۔ ان سب کا احترام ضروری ہے۔

(ج) دین اور سچائی کے بنیادی اصول تمام فرقوں میں تقریباً یکساں اور تسلیم شدہ ہیں' مثلاً اپنے پروردگار کی عبادت' اس کے لئے نذر و نیاز' صدقہ و خیرات' روزہ وغیرہ یہ سب کام سب کے نزدیک اچھے ہیں' البتہ عملی اظہار کی صورتوں میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔

(د) ساری مہذب دنیا کے سماجی اصول اور ان کا منشا و مقصد ایک ہے' مثلاً ہر مذہب اور ہر فرقے میں جنسی انارکی کو ناپسند اور اخلاقی جرم قرار دیا جاتا ہے۔ جنسی تعلقات کے لئے مرد اور عورت میں ایک معاشرتی معاہدہ' ہر مذہب اور ہر فرقے میں ضروری ہے' البتہ معاہدے کی صورتیں مختلف ہیں۔ اسی طرح ہر مذہب اور ہر فرقے میں اپنے مردے کو نظروں سے غائب کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ زمین میں دفن کر کے اوجھل کیا جائے یا جلا کر۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی وسیع اور ہمہ گیر انقلابی اصلاحی و تجدیدی تحریک کے شعبۂ معاشیات میں ان اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے خدمت انجام دی۔ ان کی عظیم الشان تصنیف ''حجتہ اللہ البالغہ'' کا ایک ایک فرق اور خصوصاً ''ارتفاقات'' سے متعلق ابواب کا ایک ایک صیغہ شاہ صاحب کے معاشی افکار و نظریات کی پوری تشریح کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہ صرف نظریات وضع کئے' بلکہ عملی پروگرام بھی دنیا کے سامنے رکھا۔ رضاکاروں کی تربیت کے لئے مراکز قائم کئے' مگر آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور اس خدمت کی تکمیل آپ کے فرزندوں' بالخصوص شاہ عبدالعزیز کے سپرد ہوئی۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ پہلے شاہ صاحب کی سیاسی تحریک کا تذکرہ ضروری ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ: افہام و تفہیم

س: اگر کوئی مسلمان قانونی طور پر مسلمان ہے لیکن کبھی بھی کسی ارکان اسلام یعنی نماز' روزہ' حج وغیرہ پر عمل نہیں کیا تو اس کا کیا سٹیٹس ہوگا؟

ج: امام ابوحنیفہؒ کی رو سے نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا' لیکن مانے کہ نماز فرض ہے' لیکن پڑھتا نہیں۔ مانے کہ روزہ فرض ہے' رکھنا چاہئے لیکن رکھتا نہیں۔ تو وہ کافر نہیں عملی طور پر صرف نفی کرنے پر اس کو سزا دی جائے گی۔ اگرچہ تارک صلوٰۃ کے لئے سزا ہے۔ اسے جیل میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے کہ میں اب نماز ادا کروں گا بلکہ بعض فقہوں کی رو سے تارک صلوٰۃ کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات عام نہیں ہے بہرحال وہ کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کوئی شخص اسلام پر عمل نہیں کرتا لیکن یہ کہ فطری طور پر مانتا ہے' کلمۂ شہادت بھی پڑھتا ہے' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا قائل ہے کہ ہاں یہ فرض ہے تو قانونی طور پر وہ کافر نہیں ہے' مسلم ہے۔

س: قادیانیوں کے ساتھ کاروباری لین دین جائز ہے یا نہیں؟ قادیانیوں کے ساتھ ہمارا سلوک کیسا ہونا چاہئے۔

ج: جائز ہے۔ کافروں کے ساتھ بھی کاروباری لین دین کے ساتھ کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ انہیں یہ محسوس ہونا چاہئے کہ یہ ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے۔

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور کا

عراق نمبر

شائع ہوگیا ہے' جس میں

اسلام سے قبل عراق کی پانچ ہزار سالہ تاریخ' خلافت عباسیہ' خلافتِ عثمانیہ میں عراق کا عروج' مغربی استعمار اور امریکہ کی ریشہ دوانیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ خوبصورت سرورق' اور مستند و معتبر اعداد و شمار ''عراق نمبر'' کو ایک مستقل حوالہ جاتی کتاب بناتے ہیں۔ قیمت: 20 روپے

اپنی کاپی آج ہی بک کروائیں۔

☆ اگر کھانا کھلانے والے کا مال حلال نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

☆ کیا موجودہ حالات میں قتال کے تمام مرحلے پورا کرنے کا وقت ہے؟

☆ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے حضرات جہاد کی تمام منازل سے نہیں گزرے تھے' کیا ان کا قتال کرنا ٹھیک تھا؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: فتح مکہ کے بعد کچھ کفار ایمان لائے اور وہ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ وہ تو جہاد کے ابتدائی مراحل سے نہیں گزرے' تو ان کا قتال ٹھیک تھا کہ نہیں؟

ج: دیکھئے وہ گروپ تھا جو جہاد کر رہا تھا اس کی اکثریت جہاد کی آٹھ منزلوں سے گزر چکی تھی۔ اس کے ساتھ کچھ لوگ آ جائیں' یہ بالکل دوسری بات ہے۔ اس میں یقیناً کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مالِ غنیمت کی امید میں آ گئے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کچھ لوگ تو مال غنیمت کے لئے جنگ کرتے ہیں کچھ لوگ کسی عصبیت کی وجہ سے جنگ کرتے ہیں' کسی ایسے قبیلے کے خلاف مہم آپؐ بھیج رہے ہیں جس سے ان کی پرانی دشمنی چلی آ رہی ہے' اب شوق سے آگے بڑھ کر جا رہے ہیں کہ اب میں پچھلے بدلے بھی نکال لوں گا' اور کچھ وہ ہیں جو اپنی شجاعت اور بہادری ظاہر کرنے کے لئے جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ ان میں سے کون مجاہد فی سبیل اللہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ان میں سے کوئی بھی مجاہد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ صرف وہ ہے جو صرف اس لئے جنگ کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور اس کی کوئی ذاتی غرض اس میں شامل نہ ہو اللہ خوب جانتا ہے کہ کون کس چیز کے لئے جنگ کر رہا ہے' باقی یہ کہ اس میں جو اصل لشکر تھا' وہ تو تربیت یافتہ لوگ تھے حضور ﷺ کے۔

س: مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دعوت قبول کرے' لیکن اگر دعوت دینے والے کا مال اور کاروبار حلال ذرائع سے نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

ج: بہت ہی خوبصورت طریقے سے معذرت کی جائے' بتا دیا جائے کہ ہمیں آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے' کوئی آپ سے شکایت نہیں ہے لیکن چونکہ آپ کے کاروبار میں یہ چیزیں شامل ہیں اس لئے ہم نہیں آ سکتے۔

س: قرآن و احادیث سے ہمیں قیامت کے بارے میں یہ معلومات ملتی ہیں کہ اس دن کی ہولناکیاں ہر انسان دیکھے گا۔ اس سلسلے میں ان لوگوں کا کیا ہو گا جو اس دن سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہوں؟ کیا وہ بھی اس دن قیامت کی سختیاں برداشت کرنے کے لئے زندہ کئے جائیں گے؟

ج: اصل میں قیامت کے کئی مرحلے ہیں۔ ایک ہے وہ وقت کہ جب پوری دنیا پر موت طاری ہو جائے گی۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ جو اس وقت ہوں گے انہی پر موت طاری ہو گی۔ جو ہزار سال پہلے سے مرے ہوئے ہیں' قبروں کے اندر ہیں یا کہیں ہیں تو ان پر تو نہیں طاری ہو گی۔ قیامت کا لفظ قیام سے بنا ہے' پھر جب بعث بعد الموت ہو گا اور لوگ کھڑے ہوں گے' "قِیَامٌ یَّنظُرُون" پھر وہ کھڑے ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوئے۔ یہ ہے قیامت۔ پہلی چیز جس کو قرآن "الساعۃ" کہتا ہے۔ وہ گھڑی' بڑا ہولناک وقت ہو گا۔ وہ تو وہی دیکھیں گے کہ جو اس وقت موجود ہوں گے' بلکہ اس کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ اس سے کچھ پہلے ایک ایسی ہوا چلے گی کہ جس سے ہر صاحب ایمان کی جان ایسے نکل جائے گی جیسے مشک میں سے بغیر تکلیف کے پانی کا قطرہ نکل جائے۔ اس لئے جو قیامت ہے زلزلے والی قیامت' "الساعۃ" اس کی سختیاں صرف کفار دیکھیں گے' اہل ایمان بچا لئے جائیں گے۔ ان کا پہلے ہی انتقال ہو چکا ہو گا۔ یہ حدیث بھی موجود ہے۔ البتہ قیامت سے مراد وہ دن ہے جب دوبارہ پوری نوع انسانی یک دم اکٹھی کی جائے گی۔ اس میں ہزار سال پہلے مرا ہوا اور بعد میں مرا ہوا کی کوئی تخصیص نہیں۔ وہ تو آدمؑ سے لے کر آخری آدمی تک جو بھی ہوں گے دنیا میں' وہ کھڑے کئے جائیں گے' اور اس دن کی ہولناکیاں سب دیکھیں گے۔

س: قتال کے بارے میں نو منزلوں کا ہونا ٹھیک ہے۔ اس سے پہلے آٹھ منازل کا طے کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ آٹھ مراحل کا طے کرنا موجودہ صورت حال میں جبکہ حکومت ریاست میں ایسا پروسس نہیں ہونے دے گی اور مسلمانوں کو جو چیلنج درپیش ہیں وہ فوری ایکشن کے متقاضی ہیں۔ یہ معاملات جیسے زکوٰۃ' اسلامی ریاست کا قیام اس میں حکومت وقت سب سے بڑی رکاوٹ ہے تو کیا یہ جہاد حکومت وقت کی نافرمانی سے شروع کرنا چاہئے؟

ج: آپ اگر ہماری تنظیم کے طریقہ کار سے واقف ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم یہی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے افراد توبہ کریں۔ آپ پاکستان میں اسلامی نظام چاہتے ہیں تو پہلے اپنے وجود پر اسلامی نظام قائم کریں' اپنے گھر میں قائم کریں۔ دوم' اپنی معاشرت اور معاش میں سے جو چیز بھی اسلام کے خلاف ہے' نکال کر باہر پھینک دیں۔ پھر جمع ہوں' ایک جماعت' ایک بڑی تحریک کی صورت میں کسی ایک شخص سے بیعت کر کے اور یہ تحریک پھر سول نافرمانی کی جدوجہد شروع کرے گی' اس لئے کہ حالات مسلح قتال کی اجازت نہیں دیتے۔ حکومت کے پاس فوج ہے' ایئر فورس ہے' پیرا ملٹری فورسز ہیں اور پولیس ہے۔ عوام نہتے ہیں لیکن یہ اپنی جانیں دے کر جیسا کہ ایرانیوں نے کیا' شہنشاہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا حالانکہ شہنشاہ کی فوجیں تو ختم نہیں ہوئی تھیں' اسے کوئی فوجی شکست نہیں ہوئی تھی' لیکن لوگوں نے جانیں دیں اور اس کو بھاگنا پڑا۔ یہ کام کرنے کا ہے۔

س: مرتد اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مرتد کا قتل واجب نہیں؟

ج: میرے نزدیک اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے' اِلاّ یہ کہ وہ دارالسلام کو چھوڑ کر چلے جائیں' البتہ قادیانیوں کا معاملہ یہ ہے کہ اگر پاکستان میں ارتداد کا قانون نافذ ہو' اس سے پہلے جو قادیانی ہوئے ہیں' انہیں مرتد نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ کافر شمار ہوں گے اور وہ ذمی ہو کر اسلامی ریاست میں رہ سکیں گے۔ لیکن اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد جو قادیانی ہو گا' پھر اس کی سزا قتل ہو گی۔ قتل مرتد کی سزا کے نفاذ سے پہلے جو ہیں وہ کافر قرار پائیں گے' جیسے آج قرار پائے ہیں' انہیں مرتد نہیں کہا جائے گا۔ جب اسلامی قانون نافذ ہو جائے اور اس کے بعد پھر کوئی شخص قادیانی ہوتا ہے تو وہ مرتد شمار ہو گا۔

(باقی صفحہ 10 پر)

امت مسلمہ کے مصائب کیوں

—— تحریر: خرم مراد ——

امت مسلمہ پر آج مصائب کی بارش ہو رہی ہے۔ قوتیں اس پر اس طرح ٹوٹی پڑ رہی ہیں' جیسے بھوکے دستر خوان پر۔ اندرونی افتراق اور جنگ و جدل کا مرض کینسر کی صورت اختیار کر چکا ہے' مسلمان' مسلمان کی گردن کاٹ رہا ہے' اس کی عزت کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ ملک کے اندر ملک عدم استحکام' معاشی بدحالی' رشوت اور لوٹ مار اور اخلاقی زوال سے مریبار بنے ہوئے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ یہ فطری طور پر ہر دردمند کا سوال ہے۔ اس کا ایک جواب مادی اسباب کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔ اور وہ غلط نہ ہوگا۔ تعلیمی پسماندگی ہے' غربت و افلاس ہے' سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں' پیداوار اور برآمدات کم ہیں' سیاسی نظام روایات و رواج سے مناسبت نہیں رکھتا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن کیا آج کل کی جیسی تعلیم عام ہونے سے مسائل حل ہو جائیں گے؟ ننانوے فیصد مسائل کے ذمہ دار تو تعلیم یافتہ جنرل' افسران' تاجر' اساتذہ وغیرہ ہی ہیں۔ کیا پہلی جماعت سے انگریزی پڑھ کر ملت فلاح کی راہ پا لے گی؟ کیا کارخانے دگنے ہو جائیں گے' اور فی کس ٹیلی فون اور ٹی وی کی شرح اوپر ہو جائے گی تو مصائب کے بادل چھٹ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔

یہ مصائب کیوں؟ اس کا ایک جواب اور بھی ہے اور وہی صحیح جواب ہے۔ ''مسلمہ' کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ امت اپنے خالق کی فرمانبردار امت ہے۔ وہی خالق ہر امر کی تدبیر کر رہا ہے اور ہر کام اس کی سنت کے مطابق ہے اور اس نے اپنی یہ سنت واضح کر دی ہے کہ دنیا میں قوموں کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ ان کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مقاصد کے ساتھ سچائی اور وفاداری' کردار کی پختگی' خود احتسابی اور ضبط واستقامت' یہ وہ اعمال ہیں کہ اوپر سے بھی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے' قدموں کے نیچے سے بھی نعمتیں اُبلتی ہیں۔ ظلم کی زیادتی' سرکشی' دولت پرستی اور نفاق یہ وہ اعمال ہیں کہ قوموں کو ہلاکت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ **فکلا اخذنا بذنبہ** (عنکبوت:4:29) (آخرکار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔ یہودیوں پر ذلت پر مسکنت' غیر قوموں کا غلبہ' دربدر کی ٹھوکریں' دلوں کی سختی' بغض' باہمی عداوت وخون ریزی جیسے مسائل اس لئے مسلط ہوئے کہ ''وہ نافرمانی کرتے تھے' اور زیادتیوں پر اتر آتے تھے'' اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے رب سے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی **فبما نقضھم میثاقھم لعنھم وجعلنا قلوبھم قاسیة** (المائدہ13:5) پھر یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے۔

مجھے اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں کہ آج امت کے مصائب کا صرف ایک ہی سبب ہے' اور باقی اسباب اسی کا نتیجہ ہیں' کہ اپنے رب کی نافرمان ہو چکی ہے' اپنے نام کو بٹہ لگا رہی ہے اور جس مدعا و مقصد کے لئے وہ وجود میں آئی تھی اس سے دست کش ہو چکی ہے۔ ع زندگانی را بقا از مدعا ست۔ زندگی کا وجود مقصد پر موقوف ہے۔ چنانچہ زندگی موت سے بدتر ہو گئی ہے۔

یہ مقصد و مدعا اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ وہ پیغام قرآنی' رسالت محمدیؐ اور دعوت توحید کی گواہ اور علم بردار بنے۔ اسی کی خاطر اس کو بدر کے میدان میں فتح دی گئی۔ آج کے لال بجھکو ہزار نسخے آزمالیں' حالت بد سے بدتر ہوتی جائے گی۔ مصائب سے نجات کی اور کوئی راہ نہیں' اس لئے کہ ان کا سبب کچھ اور نہیں۔ کار دانش راد راز مدعاست (زندگی کے کارواں میں مقصد کو جرس کی حیثیت حاصل ہے)

کیا مجرم صرف امریکہ ہے

—— تحریر: ڈاکٹر علی آصف ——

میں اپنی تحریر کا آغاز اس مثال سے کرتا ہوں کہ ایک مضبوط تناور رخت سے کسی نے کہا کہ تمہاری مضبوطی کیا فائدہ جب ایک لوہے کا ٹکڑا (آری) تمہیں آرام سے کاٹ سکتا ہے۔ اس پر درخت نے کہا کہ لوہے کی کیا مجال کہ مجھے کاٹ سکے جب تک اس کی پشت پر میرے اپنے بھائی کا ہاتھ نہ ہو۔

اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ نے اکیلے ہی جارحیت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جواب ہوگا نہیں! اگر ہم ایک دہائی پہلے کی بغداد پر بمباری اور اس کے بعد عراق کے ساتھ امریکہ کے سلوک پر نگاہ ڈالیں تو مسلم ممالک کا گھناؤنا کردار کم اہم نہیں۔

افغانستان کے معاملے کو ہی دیکھ لیں' امریکی ضرورت کے تحت طالبان حکومت کے قیام اور اس کے بعد گرانے میں سعودی عرب اور امارات نے جو کردار ادا کیا اسے نظر انداز کر کے صرف امریکہ کو الزام دینا کہاں تک درست ہے۔

عراق کی تازہ ترین صورت حال کے ضمن میں گو امریکہ نے اقوام متحدہ نے پرواہ نہ کی' لیکن اس کی مخالفت بھی تو کسی نے نہیں کی۔ پاکستان تو دور کی بات ہے روس' فرانس جیسے ملک VETO کی طاقت رکھتے ہوئے گھبرائے ہوئے تھے۔ جنگ کے دوران امریکی زخمی جرمنی میں زیر علاج رہے ہیں' حالانکہ بظاہر وہ جنگ کا مخالف تھا' لیکن اصل میں یہ سب ملے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ روس نے خوشی کا اظہار کیا ہے کہ صدام حسین کی حکومت ختم ہو گئی ہے' لیکن یہاں دوسری طرف قطر' کویت اور بحرین کا جو کردار تھا اسے بھی نہیں بھولنا چاہئے۔

مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کی اصل وجہ ظاہر و باہر ہے جسے دور کئے بغیر صرف یہ کہہ دینا کہ اگر امریکہ اور یہودی عزائم کو شکست دینی ہے تو ہمیں Pepsi' Coke' MCdonalds کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے' بہت ہی سطحی سوچ ہے۔ جبکہ یہ بین الاقوامی کمپنیاں منافع کماتی ہیں تو روزگار بھی فراہم کرتی ہیں۔ اپنی حکومت اپنے لوگوں کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ اس بارے میں آپ نے کبھی سوچا؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بل گیٹس جو کہ Microsoft Windows اور Msn Hotmail کا مالک ہے' دراصل امریکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ جی ہاں! Pepsi' Coke کا استعمال شاید اتنا نہیں ہے جتنا استعمال Windows اور Msn کا ہوتا ہے تو کیا ہم صرف Pepsi وغیرہ کا بائیکاٹ کر کے امریکی معیشت اور یہودی عزائم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں' کیا یہ ممکن ہے؟

تو پھر ہم کس منہ سے امریکی مشروبات کے بائیکاٹ کی مہم چلاتے ہیں جبکہ ہماری فصلوں پر ان کا ہی سپرے استعمال ہوتا ہے' ہم ان کا ہی بیج استعمال کرتے ہیں۔ کیا ہم اس وقت اس پوزیشن میں ہیں کہ امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کر سکیں' کیا ہم ٹیپو سلطان کے اس قول کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر نہیں تو امریکہ کو گالیاں مت دیں۔

ٹیپو سلطان کے قول پر عمل نہ کرنے کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ ہے ایمان کا فقدان۔ جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ عزت اور ذلت' زندگی اور موت' امیری اور غریبی' روزی دینے اور بھوکا رکھنے کا کام صرف اللہ کا ہے تو تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں اور ایمان کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنا تعلق قرآن مجید سے بحال کریں اور اسے صرف حصول ثواب کے لئے یا ایصال ثواب کے لئے استعمال نہ کریں بلکہ اس کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں جس میں اس کا سمجھنا' عمل کرنا اور اس کا پیغام پھیلانا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ عملی زندگی میں بجائے اس کے کہ مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں ویسے ہی ان کا استعمال کم کر دیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکی ایجنڈے کو پورا کرنے میں جاپان بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے (باقی صفحہ 14 پر)

فل ٹائم ورکر !

خلیفہ ہارون رشید عباسی کے دربار میں ایک ایسی گھڑی تھی جس میں ہر ایک گھنٹے کے بعد پیتل کی ایک چڑیا چونچ میں پیتل کی گولی اٹھائے سامنے آتی تھی اور ایک تھال پر گرا دیتی تھی۔ دن کے ۲۴ گھنٹوں کی یہ سب سے پہلی تقسیم تھی جو انسان نے کی۔ خلیفہ ہارون رشید اپنے معمولات اور وقت کے اس قدر پابند تھے کہ ان کے درباری اور اہلِ خانہ پہلے سے جانتے تھے کہ فلاں وقت خلیفہ کہاں ہوں گے اور کیا کر رہے ہوں گے۔ جس مسلمان قوم کے اسلاف ایسے تھے افسوس آج اس قوم سے بڑھ کر دنیا کی کوئی قوم وقت کا زیاں نہیں کرتی۔ وقت کاٹنا' وقت گزارنا' دن پورے کرنا اور دل بہلانا یہ ہماری روزمرہ گفتگو میں شامل عام جملے ہیں۔ مغرب کی خامیوں کو تو ہم کلیجے سے لگائے بیٹھے ہیں لیکن ان کی پابندی وقت ہماری توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرا سکی۔ مغربی دنیا میں وقت کو Time is money سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ وہ اپنا وقت مادیت کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

لیکن ہم اس کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح پیسہ برباد کرنے کی چیز نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر خرچ کیا جاتا ہے اسی طرح وقت بھی ضائع کرنے کی بجائے اچھے کاموں میں انویسٹ کیا جائے اور اس سے نفع اٹھایا جائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ "تین چیزیں کبھی واپس نہیں آ سکتیں' زبان سے نکلا ہوا لفظ' کمان سے نکلا ہوا تیر اور ہاتھ سے گیا وقت (یا موقع)۔ ہم میں سے اکثر اس گزرے وقت کے لوٹ آنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں جو بے کار گزر گیا۔ ہمارے لاشعور میں کہیں دور یہ آرزو ہمہ وقت موجود رہتی ہے کہ کسی طرح گیا وقت لوٹ آئے اور ہم وہ سب کچھ درست کر سکیں جو غلط کر چکے ہیں۔ غلطی کا احساس ہو جانے پر گئے وقت کے لوٹ آنے کی خواہش در اصل وہ سبق ہے جو ہم وقت کے ساتھ ساتھ مختلف تجربوں سے گزر کر حاصل کرتے ہیں کہ جس طرح وقت سے اچھا مرہم کوئی نہیں ہوا کرتا اسی طرح وقت سے بہترین ٹیچر بھی کوئی نہیں۔ وقت کے موضوع پر ہمیں قرآن مجید تنبیہ کرتا ہے کہ:

"زمانے کی قسم' انسان درحقیقت بڑے خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے"۔ (العصر)

پس وقت قدرت کی طرف سے انسان کے لئے بیش بہا سرمایہ ہے جو اسے اُخروی تجارت میں لگا دینا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح اٹھ کر اپنی جان کا سرمایہ تجارت میں لگا کر خسارے سے بچا لیتا ہے اور کوئی اس کو برباد کر ڈالتا ہے۔ بقول امام رازی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک برف فروش آواز لگا رہا تھا" اس شخص پر رحم کرو جس کا سرمایہ پگھلا اور گھلا جا رہا ہے"۔ اس کی یہ بات سن کر میری سمجھ میں سورۂ عصر کا مطلب آ گیا کہ انسان کو جو عمرِ عزیز دی گئی ہے واقعی وہ بھی برف کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ گھلتی جا رہی ہے۔ اس کو فضولیات اور بیکار چیزوں میں لگا دینا بڑا خسارہ ہے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں! زندگی میں ہمیں کبھی مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے اور کبھی خوشیاں

رعنا ہاشم خان

دامن میں آ گرتی ہیں۔ کبھی خوشی اور کبھی غم دراصل قدرت کی طرف سے آزمائش ہے جو کامیابی سے ہمکنار کر کے یا ناکامی سے دوچار کر کے ہمارے ایمان کی پختگی کو جانچتی ہے۔ مومن کے لئے وقت بہترین ذریعہ ہے رضائے الٰہی کے حصول' اپنے گناہوں کی مغفرت اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا۔ ہمارے پاس وقت کی جو نعمت موجود ہے اس کو بروئے کار لا کر آج بھی اپنی دنیا آپ پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم وقت کی قدر نہیں جانتے۔ ہمارے "وقت گزارنے" کے رنگ ڈھنگ سے قطعاً یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم اپنی تخلیق کے اصل مقصد سے آگاہی رکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ وقت انتہائی قیمتی ہے اتنا قیمتی کہ کئی عبادتوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ منسلک کیا گیا۔ مثلاً پانچ وقت کی نماز کا ایک مقررہ وقت' حج' رمضان کے روزے اور صلوۃ الجمعہ وغیرہ پابندی وقت کے ساتھ کہ ان کاموں کو ہم کسی اور وقت پر اٹھا نہیں رکھ سکتے۔ ہر اچھے' دینی یا تخلیقی کام کے لئے جن تین چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ ذرائع' صلاحیت اور وقت ہے۔ بدقسمتی سے وقت کو ان میں سب سے کم اہمیت دی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ "دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی عموماً لوگ قدر نہیں کرتے' ایک صحت اور دوسری فرصت (وقت)۔ وقت گزارتے ہوئے ہم بھول جاتے ہیں کہ درحقیقت وقت ہمیں گزار رہا ہوتا ہے۔ انڈین موویز' ٹی وی ڈرامے' فرمائشی پروگرام' جاسوسی کہانیاں' اخلاق باختہ شاعری و افسانے' گپ شپ' چیٹنگ اور دن چڑھے تک خواب خرگوش کے مزے لینا جیسے بے کار مشغلوں کو مصروفیت کا نام دے دینا حقیقت میں وقت کا بے دردی کے ساتھ زیاں ہے۔ جبکہ ہماری وقتِ فرصت تک میں اپنائی گئی دلچسپیاں اور مشغلے ایسے ہونے چاہئیں جو نہ صرف ہماری روحانی' جسمانی' ذہنی اور جذباتی نشوونما میں پوزیٹو کردار ادا کر سکیں بلکہ امتِ مسلمہ کو ترقی سے ہمکنار کرانے میں مددگار بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو بھی وقت' قوت' ذہانت اور صلاحیت عطا کی ہے ہم اس کے اکیلے ہی حقدار نہیں بلکہ وہ پوری مسلم برادری کا حق ہے کہ ہم اس کو صحیح طریقے پر استعمال کر کے عالمِ اسلام کے لئے باعثِ فخر بن سکیں۔ وقت کے کچھ مطالبے ہیں جو وہ ہم سے کرتا ہے اور بطور مسلم ہم کو انہیں پورا کرنا چاہیے۔ وقت ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ:

☆وقت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔
☆فرصت کے لمحات کا بھی بامقصد استعمال کیا جائے۔
☆اچھائی کی دوڑ میں لگ جائے۔
☆وقت سے سبق سیکھا جائے۔
☆بہترین وقت کی کوشش کی جائے۔
☆وقت کو پلان اور آرگنائز کیا جائے۔
☆وقت کی توقعات پر پورا اترا جائے۔
☆وقت ضائع کرنے والوں کی صحبت سے بچا جائے۔

ہم میں سے ہر ایک چاہے وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو یا اس کا کوئی بھی مقام ہو دن کے ۲۴ گھنٹے سے یکساں طور پر نوازا گیا ہے۔ لیکن اکثریت وقت کی کمی کا رونا روتی نظر آتی ہے۔ ہماری خواہشات کی لمبی فہرست کے لئے وقت کا دامن تنگ پڑ جاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ ہم ٹائم منیجمنٹ نہیں کرتے۔ اپنی زندگی سے فضولیات کو خارج نہیں کرتے۔ نطشے کہتا ہے کہ انسان کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی منصوبہ بندی یا پلاننگ کر سکتا ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ چونکہ ہم وقت کی قدر نہیں کرتے' دیئے گئے وقت میں خواہشاتِ نفس کی پیروی تو کر رہے ہیں لیکن اسے اللہ کے کاموں میں نہیں لگاتے' لہٰذا وقت کا دھارا ہمیں پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا ہے۔ قوموں اور افراد کو آج میسر وقت میں محنت و کاوش کر کے آنے والے وقت میں رنگ بھرنا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب کسی دینی یا بھلائی کے کام میں شرکت کی "گزارش" کی جائے تو جواب میں سننے کو ملتا ہے کہ آپ نے اچھی بات کہی۔ ہمیں بھی نیکی کے کاموں میں شریک ہونا چاہیے۔ قوم کی فکر کرنی چاہیے۔ مگر کیسے؟ اتنا وقت کس کے پاس ہے؟ آپ کے پاس وقت بہت ہوتا ہو

گا۔ ہماری ذہنی مفلسی کا یہ حال ہے کہ سب سے زیادہ تنقید جو کسی فکری' دینی کارکن کا نصیب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے پاس بہت سا فارغ وقت ہوتا ہوگا۔ وہ وقت جس کے لئے بینجمن فرینکلن نے کہا کہ اگر آپ زندگی سے محبت کرتے ہیں تو وقت کی قدر کیجئے آج وقت کی ہمارے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں ہے' لہٰذا آج دنیا میں ہمارا قول بھی بے حیثیت ہے اور ہماری بھی کوئی ویلیو نہیں ہے۔ مخلوق کی خدمت اور دینی سرگرمیوں کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے لیکن ثقافتی اور میوزیکل شو اٹینڈ کرنے کے لئے ہم وقت کی کمی کا ماتم کرتے کبھی نظر نہیں آتے۔ یاد رکھئے کہ وقت اور خوش بختی کبھی کسی کا انتظار نہیں کیا کرتے۔ وقت کا کام گزرنا ہے اور وہ گزرتا ہی چلا جاتا ہے۔ چاہے اسے کسی مصرف میں گزارا جائے یا بے مصرف۔ پیارے نبی ﷺ نے امت کو نہایت خوبصورت نصیحت کی ہے جو کچھ یوں ہے: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: زندگی کو موت سے پہلے' صحت کو بیماری سے پہلے' فرصت کو مصروفیت سے پہلے' جوانی کو پیری سے پہلے اور دولت کو غربت سے پہلے۔ ہم اپنے ٹائم بینک میں روزانہ ۸۴،۶۰۰ سیکنڈز ڈپازٹ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ڈپازٹ کو دین کی راہ کے فل ٹائم ورکر بننے میں صرف کر سکیں۔ آمین!

بقیہ : افکار معاصر

مصائب اور ذلتیں دنیا کے سب سے طاقتور ملک کے ان طریقوں اور حربوں سے وابستہ ہیں جن کے ذریعے وہ اپنا کاروبارِ مملکت چلاتا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ دنیا کا جو بھی ملک امریکی چھتری کے نیچے ہے' وہ مکمل طور پر آزاد اور مقتدر مملکت نہیں کہلا سکتا اور وہاں انسانی حقوق کی عزت اور معاشرتی انصاف کی پاسداری بالکل نہیں کی جاتی...... ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ماضی میں امریکہ نے چند دمکتے چمکتے ستارے تخلیق کئے مثلاً تھامس جیفرسن' بنجمن فرینکلن اور ٹائم پین' جنہوں نے سیاسی معنی کے ساتھ ساتھ دانشورانہ انداز میں دنیا کو آزادی کے نظریات دیئے۔ انہوں نے آزادی اور انقلاب کی پہلی جنگ لڑی اور جمہوریہ کی بنیاد رکھی۔ ان ہی کے ذریعے فرانسیسی انقلاب برپا کرنے والوں کو جوش اور ولولہ ملا۔ مگر جیفرسن کے امریکہ اور آج کے امریکہ میں بڑا فرق ہے۔ جس کا ملجا و ماویٰ جارج بش ہے اور جو پوری دنیا کو دوزخ میں دھکیل رہا ہے۔

اگر جارج بش اور اس کے برطانوی اور اسرائیلی ساتھیوں کی جارحانہ پیش قدمی نہ روکی گئی تو زمین پر زندگی کی بقا کے امکانات مٹتے چلے جائیں گے۔ جارج بش نے جس طرح اقوام متحدہ کی توہین اور تحقیر کی ہے' وہ نہ صرف پوری مہذب دنیا کی شدید تضحیک ہے بلکہ اس کی سالمیت کے لئے بھیانک خطرہ ہے جہاں امن پسند اور شریف انسان چین وسکون سے زندگی گزارتے ہیں۔

انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہماری دنیا اور اس میں پنپنے والی زندگی اتنی غیر محفوظ اور اتنی ناپائیدار ہے' اگر جارج بش کے امریکہ کی چیرہ دستیاں جاری رہیں تو مستقبل مزید تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔ ہونی کو ٹالنا ہے' تو پوری دنیا متحد ہو کر جوہری' کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیار تباہ کرے۔ اگر یہ تحریک کامیاب ہوئی' تو دیگر عالمی قوتوں کو بھی اپنا خوفناک اور خطرناک اسلحہ تباہ کرنا پڑے گا۔ اس عمل سے پاکستان بھی بخوشی گزرے گا۔

فی الحال امریکہ جب تک اپنی منفی ترنگ میں رہے گا اور دنیا کے چھوٹے ممالک کا سر جھکانے کے لئے طاقت استعمال کرے گا' وہ دنیا اور دنیا والوں کے لئے رحمت کے بجائے زحمت بنا رہے گا۔ ذرا سوچئے کہ ایک عظیم الشان طاقت جو بنی نوع انسان کی بھلائی اور روئے زمین کے فطری ماحول کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہے' وہی ان دونوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ یہ کتنی افسوسناک بات ہے اور شرم ناک بھی!

(بشکریہ روزنامہ ''ڈان'')

بقیہ : مختصر تحریریں

فی الوقت ان سے تجارت جاری رکھی جائے کیونکہ بائیکاٹ کا تصور تو ہمیں نبی ﷺ کی زندگی سے بھی نہیں ملتا۔ کیا ان پر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم وستم ہم سے کم ہوا تھا۔

اس کے علاوہ مغرب کی بجائے مشرق کے ابھرتے ہوئے اسلامی ملک ملائیشیا سے اپنے تعلقات استوار کریں۔ اس میں ہمیں زیادہ فائدہ ہے اور نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق انقلاب کے لئے فوجیں مشرق سے آئیں گی اور مشرق میں (عرب کے) پاکستان اور ملائیشیا شامل ہیں۔

بہر حال ہمیں اپنے جذبات کو قابو میں رکھ کے امریکی جارحیت کا مقابلہ مل جل کر اور سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔ خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

مبتدی تربیت گاہ

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں کہ 4 تا 10 مئی 2003ء مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں مبتدی تربیت گاہ منعقد ہو رہی ہے

ضرورت رشتہ

انٹر میں زیر تعلیم رفیقہ تنظیم کے لئے جس کا تعلق دینی مزاج کے حامل گھرانے سے ہے' مناسب رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ: محمد عبدالصمد ماجد' فون: 0300-2185532'
مکان نمبر R-264' سیکٹر 32 کورنگی نمبر: ڈیڑھ نزد ویٹا چورنگی' کراچی

اظہار تشکر

انگریزی میں ہفت روزہ کی اشاعت کے ضمن میں ہمیں جن حضرات نے اپنی آراء سے نوازا ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(1) تنویر حسین صاحب' اچھرہ' لاہور
(2) نادر عزیز رندھاوا صاحب
(3) محمد سمیع صاحب' کراچی
(4) شیخ محمد علی' ڈیفنس' لاہور

عبدالمجید شیخ صاحب کی طرف سے

دردمندانہ اپیل

عبدالمجید شیخ صاحب تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق اور انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے مؤسسین میں شامل ہیں۔ قرآن اکیڈمی کراچی کی تعمیر کے حوالے سے بھی ان کی خدمات انتہائی قابلِ قدر ہیں۔ مورخہ 6 مئی کو موصوف کے قلب کا بائی پاس آپریشن ہے۔ انہوں نے ندائے خلافت کے تمام قارئین' رفقاء تنظیم اسلامی اور اراکین انجمن سے اپیل کی ہے کہ ان کے لئے دعائے صحت کریں اور اگر شیخ صاحب سے کسی کو لین دین کی یا کوئی اور شکایت ہو تو وہ للہ فی اللہ معاف کر دیں تا کہ شیخ صاحب محاسبۂ اخروی سے بچ سکیں۔

انتقال پُرملال

رفیق تنظیم اسلامی کراچی شرقی کے رفیق محترم جناب سراج احمد صاحب کے خسر کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آخرت میں انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

قرآن کالج کے طلبہ کا دورۂ وادیٔ سوات

تعلیمی اداروں میں نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ طلبہ کی ذہنی تفریح اور تربیت کے لئے مختلف ہم نصابی سرگرمیاں بھی ترتیب دی جاتی ہیں' جن میں تحریری وتقریری مقابلے اور مختلف سیاحتی وتاریخی مقامات کے مطالعاتی دورے بھی شامل ہیں۔ اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کالج کے طلبہ کے لئے تین روزہ سیاحتی دورے کا اہتمام کیا گیا' اور اس مقصد کے لئے خوبصورت وادیٔ سوات کا انتخاب ہوا۔

روانگی کے لئے **28** مارچ کا دن مقرر تھا۔ اس دن کالج میں خوب چہل پہل تھی اور سب طلبہ بے حد مسرور تھے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد دو کوسٹرز کالج پہنچ گئیں۔ امیر کارواں جناب حافظ علاؤالدین نے طلبہ کو سفر سے متعلق ہدایات دیں' جس کے بعد سامان گاڑیوں میں رکھوایا گیا۔ **65** افراد پر مشتمل یہ قافلہ **4:20** پر کالج سے روانہ ہوا۔ مریدکے کے قریب منوں آباد کے مقام پر پہنچ کر ایک گاڑی میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی' جس کی وجہ سے تقریباً دو گھنٹے وہاں رکنا پڑا' چنانچہ عصر اور مغرب کی نمازیں منوں آباد ہی میں ادا کی گئیں۔ نماز عشاء سرائے عالمگیر کے قریب ایک ہوٹل پر ادا کی گئی۔ اس کے بعد کھانا کھایا گیا' جو کہ کالج سے تیار کروا کر ساتھ لایا گیا تھا۔ کھانے کے دوران ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی' جس سے موسم بہت خوشگوار ہوگیا۔ منزل مقصود کی جانب دوبارہ سفر کے دوران بھی کہیں تیز اور کہیں ہلکی بارش ہوتی رہی۔ کچھ طلبہ خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے' جبکہ باقی مُردوں سے شرط باندھ کر سو گئے۔ نماز فجر درگئی میں ادا کی گئی۔ اس سے آگے مالاکنڈ کا پہاڑی سلسلہ شروع ہوگیا۔ کچھ طلبہ نے خوف کی وجہ سے آنکھیں بند کرلیں۔ ہفتہ کی صبح **8:15** پر ہم مینگورہ پہنچ گئے' جہاں پر ناشتہ کیا گیا۔ اساتذہ کرام جناب حسن ذوالفقار اور جناب مشتاق ربانی قریب ہی واقع گورنمنٹ ڈگری کالج میں گئے' جہاں پر پرنسپل صاحب نے ان کا بہت اکرام کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ مینگورہ میں قیام کے بعد میاں دم کے لئے روانگی ہوئی۔ بریکوٹ' گل آباد' چنا' غالیگے' تندوڈاگ' اوڈیگرام' چار باغ اور خوازہ خیلہ سے ہوتے ہوئے دن **11** بجے خیر آباد پہنچے' جو کہ میاں دم سے تین چار کلومیٹر نیچے ہے۔ یہاں پر تنظیم اسلامی کے رفیق جناب ڈاکٹر محمد اقبال صافی کا بنگلہ اور وہاں کا چوکیدار ہمارے منتظر تھے۔

جناب حافظ علاؤالدین نے طلبہ کو کمرے الاٹ کئے۔ اتنے لمبے سفر کے بعد آرام ضروری تھا مگر سیاحوں کو آرام کہاں! ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہلکی بوندا باندی کے باعث موسم بے حد خوشگوار ہوگیا تھا۔ سالار قافلہ کی طرف سے اجازت ملتے ہی تمام طلبہ موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سیر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ میاں دم ایک سادہ مگر بہت خوبصورت قصبہ ہے۔ مقامی لوگوں نے زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر اور اونچی نیچی جگہوں پر کاشت کاری کی ہوئی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے آتا ہوا نالوں کی شکل میں ٹھنڈا اور شفاف پانی ان کھیتوں کے درمیان میں سے گزرتا ہے۔ کھیتوں کے کنارے آڑو' خوبانی وغیرہ کے درختوں پر پھول لگے ہوئے تھے۔ جو کہ بڑی عجب بہار پیش کر رہے تھے۔ کانچ کی طرح چمکتا ہوا پانی اور اس کا شور دیکھنے والوں کے دل موہ لیتا ہے اور سارا نظارہ قدرت کی صناعی کا خوبصورت شاہکار نظر آتا ہے۔ لیکن یہی نظارہ رات میں خوفناک منظر پیش کرتا ہے۔ بجلی صرف گھروں میں جلتی ہے جبکہ باہر ندی نالوں کا شور' اندھیرے میں کھڑے گھنے درخت اور اردگرد موجود بتوں کی طرح خاموش دیوہیکل پہاڑ رات میں واقعی پُرخوف ماحول پیدا کرتے ہیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر اور عصر باجماعت ادا کی گئیں۔ دو گھنٹے آرام کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ میاں دم سے آگے ایک برف پوش چوٹی پر جایا جائے۔ وہاں طلبہ برف سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ شام کو تقریباً سات بجے واپسی ہوئی۔ مغرب اور عشاء باجماعت ادا کی گئیں۔ اس کے بعد کھانا کھایا گیا۔ رات کو سردی نے ہماری رہائش گاہ کا گھیراؤ کر لیا۔ رضائیوں' کمبلوں اور سردی کی خوب جنگ ہوئی' جس میں بالآخر سردی فتح یاب ہوئی۔

اتوار کو صبح پانچ بجے جناب حافظ علاؤالدین کی مخصوص گرجدار آواز پر تمام طلبہ نے بستر چھوڑ دیئے۔ برف کی طرح ٹھنڈے پانی سے وضو کے بعد نماز فجر کی ادائیگی ہوئی اور پھر طلبہ مالم جبہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ ناشتے سے فارغ ہوکر صبح سوا نو بجے پر مالم جبہ کے لئے روانگی ہوئی۔ میاں دم کی سردی ایک گاڑی کی طبع نازک پر بری طرح اثر انداز ہوئی اور روانگی کے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے ڈیزل کو نزلہ' زکام کی طرح سڑک پر بہانا شروع کر دیا' لہٰذا اس کو خوازہ خیلہ میں واقع ایک کلینک (ورکشاپ) پر لے جایا گیا۔ ڈاکٹر (مکینک) نے بتایا کہ اس کی طبیعت سنبھالنے میں تقریباً دو گھنٹے لگیں گے۔ اس دوران کچھ طلبہ نے بازار سے خریداری کی جبکہ بعض تقریباً ایک کلومیٹر دور واقع دریائے سوات پر جا پہنچے۔ اپنے سفر کے دوران ہماری دریائے سوات سے یہ پہلی "باضابطہ" ملاقات تھی' جس میں اس نے ہم سے باقاعدہ ہاتھ بھی ملایا۔ اس وقت دریا اپنے جوبن پر تھا اور بڑا خوبصورت نظارہ پیش کر رہا تھا۔ گاڑی ٹھیک ہونے پر دوبارہ مالم جبہ کے لئے روانگی ہوئی۔ منگلور' گل میرہ' جہان آباد' بدرکلہ سے گزرتے ہوئے راستے میں کئی جگہ آبشاریں دیکھنے کو ملیں۔ چونکہ ہم چڑھائی چڑھ رہے تھے اس لئے کچھ طلبہ نے سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور کچھ نے خوف کی وجہ سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ بلندی سے نیچے دیکھنے پر نعرۂ تکبیر کی شدت میں مزید اضافہ ہوجاتا تھا۔ آخرکار **3:45** پر ہم مالم جبہ پہنچ گئے۔ پی ٹی ڈی سی کے ریسٹورنٹ کے سامنے کھلی فضا میں بیٹھ کر کھانا کھایا گیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرنے کے بعد سالار قافلہ کی طرف سے دو گھنٹے کے لئے سیر کی اجازت ملی۔ مالم جبہ کی تمام چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ کچھ طلبہ چیئر لفٹ کی سواری سے لطف اندوز ہوتے ہوئے برفانی چوٹی پر جا پہنچے' جبکہ بعض نے پیدل پہاڑ پر چڑھنے کو ترجیح دی۔ مالم جبہ سے واپسی پر خوازہ خیلہ کے قریب ایک مقام پر رات کا کھانا کھایا گیا' جس کے دوران ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی اور موسم کافی خوشگوار ہوگیا۔ رات کو میاں دم واپسی پر مغرب اور عشاء ادا کرنے کے بعد بستروں میں گھس کر خوابِ خرگوش کے مزے لینے لگے۔

پیر کو صبح تقریباً پانچ بجے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد طلبہ نے گاڑیوں پر اپنا سامان لوڈ کروایا کیونکہ ہمیں کالام سے ہوتے ہوئے واپس لاہور پہنچنا تھا۔ تقریباً **6:15** پر روانگی ہوئی۔ ترے' مدین اور بحرین سے گزرتے ہوئے ہم کالام والی سڑک پر رواں دواں تھے کہ بحرین سے چند کلومیٹر آگے جا کر معلوم ہوا کہ سڑک بہت زیادہ خراب ہے اور کالام تک پہنچنے میں کافی وقت لگے گا۔ چنانچہ باہمی مشورے سے طے پایا کہ اسی مقام سے واپسی کی جائے' لہٰذا بحرین میں ناشتہ کیا گیا اور تقریباً دو گھنٹے قیام کے دوران دریائے سوات کی سیر کے علاوہ بازار سے خریداری بھی کی گئی۔ یہاں سے روانہ ہوکر مینگورہ میں تقریباً ڈھائی گھنٹے قیام کیا گیا۔ پھر مالاکنڈ کا پہاڑی سلسلہ عبور کرنے کے بعد درگئی پہنچے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں باجماعت ادا کیں اور دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ یہاں سے مسلسل سفر کرتے ہوئے راولپنڈی سے آگے روات میں مغرب اور عشاء ادا کیں۔ یہاں سے روانہ ہوکر رات کو **3:30** پر الحمدللہ بخیریت کالج پہنچ گئے۔ اور یوں ہمارا یہ تین روزہ تفریحی دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ نظم و ضبط کے حوالے سے یہ دورہ مثالی تھا۔ دوسرے یہ کہ تمام نمازیں الحمدللہ باجماعت ادا ہوئیں۔ (مرتب: محمد اعجاز)

ضرورت رشتہ

50 سالہ' رفیق تنظیم' مقیم ایبٹ آباد' ذاتی کاروبار' پہلی بیوی کے انتقال کے باعث عقد ثانی کے لئے **30**'**35** سالہ' دینی مزاج کی حامل' اُمور خانہ داری سے واقف خاتون کا رشتہ درکار ہے جو بچوں کی تربیت میں مدد دے سکے۔ (پہلی بیوی سے دو بیٹے' عمر **20**'**12** سال' ایک بیٹی عمر **15** سال)

رابطہ: معرفت ذوالفقار علی' ایبٹ آباد

فون: **0992-340351**

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ الھدیٰ ایجوکیشن سنٹر

23 مارچ کو یہ تقریب منعقد ہوئی۔ تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کا تربیتی پروگرام 22 مارچ شام کو الھدیٰ ایجوکیشن سنٹر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں شروع ہوا۔ بعد نماز مغرب جناب ناظم حلقہ شاہد رضا صاحب نے درس قرآن دیا۔ جناب محمد حسین صاحب نے نظام اجتماعی کے قیام کے اسلوب بیان کئے اور کارکنوں کے اوصاف پر روشنی ڈالی۔ رات کے کھانے کے بعد جناب عبدالرؤف صاحب نے سورۃ الصف تمام رفقاء سے تجوید کے ساتھ سنی اور قواعد تجوید بیان کئے۔

اگلے روز بعد نماز فجر راقم نے درس قرآن دیا۔ بعدازاں حالات حاضرہ پر جناب عادل قریشی صاحب نے گفتگو کی۔

جناب حافظ عاکف سعید صاحب امیر تنظیم اسلامی' نائب ناظم دعوت وتربیت جناب شاہد اسلم صاحب کے ہمراہ پونے دس بجے صبح تشریف لائے۔ دس بجے حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے رفقاء سے خصوصی نشست ہوئی۔ سب سے پہلے باہمی تعارف ہوا۔ اس کے بعد امیر تنظیم نے رفقاء کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور ''کرنے کا اصل کام'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

گیارہ بجے عمومی پروگرام کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری جناب شاہد رضا صاحب ناظم حلقہ نے ادا کی۔ تلاوت قاری ظفر اقبال صاحب جو شعبہ حفظ کے معلم ہیں نے فرمائی۔ بعدازاں جناب قاری احمد علی توحیدی صاحب خطیب جامع منانیہ وزیر آبادی کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے قرآن کی حقانیت' فضائل اور اہمیت پر جامع خطاب کیا۔

الھدیٰ ایجوکیشن سنٹر کے طلباء نے بھی اس پروگرام میں حصہ لیا' چنانچہ فرقان اقبال نے تلاوت اور علی رضا نے اپنی کلاس کے ساتھ مل کر درود وسلام پڑھا۔ عثمان سرفراز نے شان رسالت ''ورفعنا لک ذکرک'' کی روشنی میں بیان کی۔ مرکزی خطاب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب کا تھا انہوں نے ''قرآن' اسلام اور پاکستان'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ حاضرین کی تعداد 200 کے قریب تھی۔ محترم امیر تنظیم نے قرآن مجید کی روشنی میں سابقہ امتِ مسلمہ کا نقشہ اور موجودہ امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا ذکر کی۔ اعراق کی زبوں حالی اور پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے مٹانے کی کوششوں کا تفصیلی ذکر کیا اور پھر ان کا حل تجویز کیا کہ اگر پاکستانی عوام من حیث القوم' قومِ یونس علیہ السلام کی طرح توبہ کرلیں تو اب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت حاصل ہوسکتی ہے۔ ہمارے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم جہاد بالقرآن کا فریضہ انجام دیں اور ایک قوت بنیں۔ سیسہ پلائی دیوار بن کر باطل کا مقابلہ کریں اور نظام عدل وقسط کو قائم کرنے کے لئے تن' من' دھن لگا دیں۔ امیر محترم کے خطاب کے بعد راقم نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

پروگرام کے آخر میں بچوں کو نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے پر شیلڈز دی گئیں۔ تمام احباب کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ نماز ظہر کی ادائیگی اور اجتماعی طعام پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: خادم حسین' وزیر آباد)

حلقہ جنوبی پنجاب کے زیر اہتمام امریکی جارحیت کے خلاف نکالی گئی ریلی کی روداد

عراق کے خلاف مسلّط کی جانے والی امریکی استعماری جنگ روکنے اور مسلم اُمہ خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کے شعور کو اجاگر کرنے کے لئے تنظیم اسلامی کے تحت ایک احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ یہ ریلی تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کے امیر جناب سعید اظہر عاصم کی قیادت میں بتاریخ 6 اپریل 2003ء بروز اتوار شام 4 بجے حسین آگاہی چوک ملتان سے شروع ہو کر ابدالی روڈ پر موجود اخبارات کے دفاتر کے سامنے اختتام پذیر ہوئی۔

اس ریلی میں تنظیم کے رفقاء نے مختلف بینرز' پلے کارڈز اور تنظیم کے جھنڈے اٹھائے رکھے تھے۔ جس میں امریکی مداخلت کو روکنے' مغربی مصنوعات کے بائیکاٹ' مسلمانوں کے اتحاد' اسلامی نظام کے نفاذ اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کو اجتماعی توبہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا پیغام درج تھا۔ اس پیغام کو پہنچانے کے لئے کچھ تنظیمی ساتھی قافلے سے آگے پمفلٹ تقسیم کرتے جاتے تھے۔ یوں یہ ریلی حسین آگاہی چوک سے گھنٹہ گھر چوک پہنچی' جہاں کچھ دیر کے لئے چوک میں ایک خاص فارمیشن میں تمام رفقاء کو نمایاں جگہ پر اس طرح کھڑا کیا گیا کہ بینرز اور پلے کارڈز پر موجود پیغام تمام گزرنے والے لوگوں کے لئے نمایاں ہو سکے۔ گھنٹہ گھر چوک سے جب ریلی نواں شہر چوک تک پہنچی تو پھر یہی طریقہ استعمال کیا گیا۔ لوگوں نے اسے بہت سراہا اور تنظیمی فکر کی تعریف کی۔ یہاں 5 بجے سے 5-15 تک نماز عصر کے لئے وقفہ کیا گیا اور پھر دوبارہ یہ قافلہ ابدالی روڈ پر مختلف اخبارات کے دفاتر کے سامنے مظاہرے کے لئے روانہ ہوا۔ ہوٹل ہالیڈے اِن کے سامنے وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد ہوٹل سے نکلتے ہوئے مل گئے۔ ایک پمفلٹ انہیں بھی پیش کیا گیا۔ تاکہ حکومتی سطح پر بھی احساس اجاگر ہو کر جب تک ہم خلوص دل کے ساتھ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اقدامات نہیں کرتے۔ ہم پر برسنے والے عذاب کے کوڑے سخت سے سخت تر ہوتے جائیں گے اور ایک کے بعد ایک کی باری کو ٹالنا مشکل ہو جائے گا۔

پریس کلب اور نوائے وقت کے دفتر کے سامنے مظاہرے کے بعد اختتام پر روزنامہ جنگ کے دفتر کے سامنے ناظم ریلی سعید اظہر صاحب نے شرکاء سے خطاب فرمایا۔ جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تنہا لمبے مارچ اور مظاہروں سے اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے بلکہ عملی اقدامات ہی آندھیوں کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ اور ان عملی اقدامات کا آغاز اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت لینے کے لئے اجتماعی توبہ کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اس کے احکامات کے مطابق ڈھالنے کے عزم کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ تب کسی بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرانا بھی ہمارے لئے مشکل نہ ہوگا۔ (مرتب: اکبر نور)

تنظیم اسلامی (شاہ فیصل ٹاؤن) کراچی کے زیر اہتمام دعوتی وتعارفی کیمپ

یہ یک روزہ تعارفی کیمپ 23 مارچ کو گول گراؤنڈ' ماڈل کالونی میں لگایا گیا۔ اس کا مقصد عوام الناس کو دین اسلام کے انقلابی فکر سے روشناس کرانا اور اس حوالے سے تنظیم اسلامی کی مساعی سے آگاہ کرنا تھا۔

پروگرام کا آغاز دن سوا گیارہ بجے جناب انجینئر نوید احمد کی گفتگو سے ہوا۔ موصوف نے سورۂ آل عمران کی آیات 110 تا 115 کی روشنی میں امت مسلمہ کے مقصدِ تاسیس کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس امت کا فرضِ منصبی ہے۔ ہمارے زوال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا فرض منصبی بھلا دیا۔ اگر ہم اس صورتحال سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ کے حضور سچی توبہ کرنی ہوگی اور اس کے دین پر ذاتی اور اجتماعی طور پر عمل کر کے دکھانا ہوگا۔ ساتھ ہی انہوں نے رفقاء کو دعوت دینے کے آداب سکھائے۔ اس کے بعد حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر جناب نسیم الدین نے امراء کے مشورے سے یہ اعلان کیا کہ عراق پر ہونے والے حملے کے خلاف 28 مارچ بروز جمعہ ہر تنظیم اپنے اپنے علاقوں میں مظاہرہ کرے گی۔ لوگوں کو آگاہ کرے گی کہ اللہ کے عذاب سے نجات کا واحد راستہ اس کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور کسی ایک خطہ میں اس کے نظام کو بالفعل قائم کرنے میں ہے۔ اس کے بعد رفقاء کو مختلف گروپس کی صورت میں علاقے میں بھیجا گیا۔ انہوں نے گھر گھر جا کر لوگوں سے ملاقات کی' تنظیم کا تعارف کرایا اور شام کے پروگرام کی دعوت دی۔

نماز عصر کے بعد جناب انجینئر نوید احمد نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 82 کی روشنی میں قرآن کی عظمت بیان کی۔ اجتماعیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے ہمیں کسی ایسی جماعت میں شامل ہونا ہوگا جو خالص مسنون طریقے پر جدوجہد کر رہی ہو۔ انہوں نے احباب کی سامنے تنظیم کی دعوت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ بھی اس عظیم کام میں ہمارے ساتھ شامل ہو کر اپنے فرضِ منصبی کو پورا کریں۔ آخر میں مسنون دعا پر اس محفل کا اختتام ہوا۔ مجموعی طور پر اس کیمپ میں 120 رفقاء اور 25 احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: انجینئر نعمان اختر)

articles, November 04. http://www.danielpipes.org/article/492
[4] Haqqani, Husain (2003), "The American Mongols," Foreign Policy Magazine, May/June 2003.
[5] Ibid
[6] Ibid
[7] Haqqani, Husain (2003), "How Bush silenced the moderate Muslim voice," The Indian Express, April 04.
[8] Ibid
[9] Ibid
[10] Khan, Muqtadir, (2002), "Who are Moderate Muslims?" Islam for Today, March 26. See http://www.islamfortoday.com/khan08.htm
[11] Bob and Passantino, Gretchen (2001), "Islam: Moderate and Peace Loving or Radical and Violent?" Answers in Action, P.O. Box 2067, Costa Mesa, California 92628, see http://answers.org/cultsandreligions/islampeace.html
[12] Ibid
[13] ibid
[14] Khan, Muqtadir, (2002), "Who are Moderate Muslims?" Islam for Today, March 26. See http://www.islamfortoday.com/khan08.htm
[15] M.A. Muqtedar Kahn, "A Memo to American Muslims," Column on Islamic Affairs, at: http://www.ijtihad.org/memo.htm

*(Courtesy: The Nation 14-04-2003)

کراچی کی رفیقات کا ماہانہ تربیتی پروگرام

یہ پروگرام **22** مارچ کو سہ پہر **3:45** پر منعقد ہوا' جس کا موضوع ''تکبر'' تھا۔ پروگرام کا آغاز سورۃ الفرقان کی چند آیات کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد ناظمۂ کراچی محترمہ یاسمین نسیم نے افتتاحی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام سے اگر ہم عمل کے موتی بھی ساتھ لے کر جائیں گے تو علم ہمارے کام آئے گا اور ہماری تربیت آسان ہو جائے گی۔

سب سے پہلے محترمہ اُمّ کلثوم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم کسی کو اچھائی' برائی یا نیکی' بدی میں تمیز کرنا سکھائیں تو ہمارا انداز عاجزانہ اور صرف اللہ کو راضی کرنا ہونا چاہئے۔ محترمہ نگہت ساجد نے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ ابلیس کے ملعون ہونے کی وجہ غرور و تکبر تھا۔ غرور کرنے والا درحقیقت فرعون کا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔ سورۂ لقمان کی آیت **18** کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسان خود کو بڑا اور افضل تصور کر کے اللہ کی ناپسندیدگی کی روش اختیار کر لیتا ہے۔ اُسرہ گلشن اقبال کی رفیقہ نے یہ حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ ''کبر میری چادر ہے جو اس کو کھینچتا ہے' میرا غضب اس پر نازل ہو جاتا ہے''۔ محترمہ رفیقہ نے کہا کہ انسان کے اندر ایک وائٹل فورس ہوتی ہے جو اس کے اخلاق و کردار کو درست رکھنے کی ضامن ہوتی ہے۔ جھوٹ' غیبت' حسد اور تکبر جیسے عوامل اس کو نقصان پہنچاتے ہیں جس سے انسان کی روحانی اور جسمانی صحت گر جاتی ہے۔ محترمہ ناہید بنت الیقین نے کہا کہ اللہ نے انسان میں خودنمائی کا جذبہ رکھا ہے' تاہم اگر اس جذبے کا مثبت اطلاق کیا جائے تو انسان غرور و تکبر سے بچ سکتا ہے۔ محترمہ لیلیٰ نے موضوع کے عملی پہلو پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کبر سے بچنے کے لئے ہمیں اپنے روزمرہ کے معاملات کا جائزہ لینا چاہئے۔ ہمیں دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کی عادت اختیار کرنی چاہئے۔ محترمہ رضوانہ نے کہا کہ ہمیں نصیحت کئے جانے والے فرد کی عزتِ نفس مجروح نہیں کرنی چاہئے تاکہ وہ ہماری باتوں سے کچھ سیکھ سکے۔ محترمہ طلعت ناز نے کہا کہ ہم اصلاحی کاموں میں احساس برتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ رویہ ہمیں لوگوں سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ہمارے مشورے پر عمل درآمد نہ کیا جائے تو اسے ہم شخصی توہین خیال کرتے ہیں جو کہ صحیح رویہ نہیں ہے۔

محترمہ فرح نے یہ حدیث مبارکہ سنائی کہ ''بخیل عالم سے جاہل سخی اچھا ہے''۔ انہوں نے کہا کہ تقویٰ صرف اس شخص کے اندر پیدا ہو سکتا ہے جو خود کو کبر سے بچاتا ہے۔ محترمہ عظمیٰ نے کہا تکبر اور بندگی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ انسان جب تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو بندگی کے مقام سے گر جاتا ہے۔ محترمہ ملیحہ جمشید نے کہا کہ ہمیں دین میں اپنے سے بڑے لوگوں کو دیکھنا چاہئے اور خود کو عاجز سمجھنا چاہئے۔ محترمہ روحی نے کہا کہ اللہ کے نبیؐ نے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں' وہ درحقیقت اللہ کی کبریائی اور بڑائی سکھاتی ہیں۔ محترمہ رشیدہ ہاشم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تکبر کے ساتھ کئے جانے والے نیک عمل پر راضی نہیں ہوتے بلکہ متکبر شخص پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ آخر میں محترمہ یاسمین نسیم نے تنظیم کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ اس پروگرام میں **50** رفیقات نے شرکت کی۔ (رپورٹ: بنتِ محمد علی ابراہیم)

حلقہ لاہور کا روزہ تنظیمی و تربیتی اجتماع

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ایک روزہ تنظیمی و تربیتی اجتماع **6** اپریل بروز اتوار کو حلقہ لاہور کے دفتر ریواز گارڈن میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے لئے ناظم اجتماع کے تقرر کے لئے امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ صاحب نے حافظ محمد عرفان صاحب کا انتخاب کیا۔ انہوں نے حلقہ لاہور کے تحت اس پہلے پروگرام کو اپنی بھرپور محنت اور لگن سے کامیاب بنایا۔

اعلان کے مطابق ٹھیک صبح **9:00** بجے پروگرام کا آغاز ہو گیا۔ اپنے ابتدائیہ کلمات میں حافظ محمد عرفان صاحب نے رفقاء کی توجہ سب سے بنیادی اور اہم بات کی طرف کروائی کہ ہمیں اپنی نیت کو سب سے پہلے خالص کرنا چاہئے کہ ہم یہاں کس مقصد کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔

سب سے پہلی گفتگو ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے توحید باری تعالیٰ کے عنوان پر کی۔ انہوں نے سورۃ اخلاص کے ضمن میں بڑی مدلل گفتگو کی۔ جناب حافظ عبداللہ محمود نے سیرت نبویؐ کے حوالے سے مکی دور پر روشنی ڈالی۔ فکرِ آخرت کے عنوان پر راقم نے سورۃ القیامۃ کے پہلے رکوع پر درس دیا۔

مطالعہ قرآن کے حوالے سے جناب ڈاکٹر عارف رشید نے سورۃ حج کی آخری دو آیات پر بڑی جامع گفتگو کی۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا اور تمام شرکاء اجتماع کو چائے پیش کی گئی۔ وقفہ کے بعد مذاکرہ کا پروگرام طے تھا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا کتابچہ ''فرائضِ دینی کا جامع تصور'' تمام رفقاء میں تقسیم کیا گیا اور رفقاء کو افہام و تفہیم کے لئے **8** مختلف گروپوں میں تقسیم کر دیا۔ آخر میں یہ گروپ لیڈر نے سب رفقاء کے سامنے آ کے اپنے دیئے گئے موضوع پر پانچ منٹ اظہار خیال کیا۔ یہ پروگرام نماز ظہر تک جاری رہا۔ نماز ظہر کے بعد طعام اور پھر آرام کا وقفہ تھا۔

نماز عصر سے قبل جناب حافظ محمد عرفان نے رفقاء سے اخلاقیات کے حوالے سے سخاوت اور فضول خرچی کے عنوان پر گفتگو کی۔

نماز عصر کے بعد ایوب بیگ صاحب نے رفقاء سے حالیہ ملکی و بین الاقوامی حالات پر گفتگو کی۔ انہوں نے خصوصاً عراق کے حوالے سے امریکہ اور اسرائیل کے عزائم کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کو معاشی استحکام کے لئے تیل کی ضرورت ہے جبکہ اسرائیل کو اپنی حدود میں توسیع چاہئے۔ گفتگو کے بعد انہوں نے رفقاء کے سوالوں کے جواب بھی دیئے۔

نماز مغرب کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب تھا۔ توبہ کے عنوان پر امیر محترم نے تفصیلی گفتگو فرمائی۔ انہوں نے حدیث مبارکہ کے حوالے سے فرمایا کہ ہر انسان خطا کار ہے مگر بہترین لوگ وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ انہوں نے توبہ کی تین اقسام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو سچے دل سے توبہ کر کے پھر نیکی کے راستے پر گامزن ہو جائیں۔

اس اجتماع میں مجموعی طور پر **130** رفقاء و احباب کی تعداد نے شرکت کی۔ (مرتب: نثار احمد خان)

دعائے مغفرت

☆ رفیق تنظیم اسلامی شمالی کراچی کے رفیق محترم جہانگیر انور صاحب کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

☆ تنظیم اسلامی (سوسائٹی) کراچی کے رفیق جناب اسلم جاوید کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

solidarity with the American people coupled with condemnations of the terrorist attacks were sent from practically every Muslim country. It proved that lack of widespread hostility towards Americans and even many aspects of American culture is one feature of all Muslims and moderates are no exception. There is however no denying the fact that the yearning for self-government and freedom, a sentiment found on the streets of every Muslim city, still remains alive. To some, a form of Islamic democracy is a means to achieve those goals. It is not only moderate Muslims but every Muslim voice is based on the need for equity, civil society within each Muslim country and on rapprochement with the West on the global level. Every Muslim wants to promote this need for dialogue between civilizations, not confrontation. But no one is in the position to stop the US from looking for enemies and making artificial divisions among Muslims towards that end.

Avoiding violence and bloodshed is the basic principal of our faith and every Muslim is standing firm against repression, violence and terrorism as an Islamic obligation. In practical terms, more Muslims die from terrorist attacks than any other group. Violence at the hands of Muslims is just a reaction to injustice. Just the way Palestinians are fighting individually and collectively against occupation, Iraqis would be fighting tomorrow and Iranians, Syrians and Pakistanis the next day.

Those who perpetrate violence in the name of Islam distort and abuse the texts in the name of their cause, but the texts themselves are not to blame and should not be the subject of scrutiny by anyone who qualifies himself as a moderate. Qur'an and hadith are clear in terms of supporting conflict only as a last resort in order to defend oneself against clear military aggression. Numerous restrictions apply, including the prohibition against killing civilians, destroying buildings, and fighting other Muslims.

The fast flow of events and vested interested have made a monster of Islamic state. Since a majority of Muslims seek forms of government that incorporate Islamic law to one degree or another, the concept of Shari'a needs more understanding than what the Western and Muslim public have been subject to so far. It is wrong to label Muslims, who seek Shari'a as a way of advancing their societies as "extremists," or disallow them from participating in political affairs. Legal systems based on Shari'a are a reality of the 21st century in that they already exist in many parts of the Muslim world.

These need honest internal discussion among Muslims, something more than meetings in isolation, short answer, quick labelling and request to US for supporting one or another group. Examples include addressing notions of democracy and popular will within the Islamic context as has done by Dr. Israr Ahmad; creating space among the U.S. and others to allow discourse; moving the discussion to specifics involving laws and not simply doctrine. Within this framework, there must be great flexibility and an avoidance of oversimplification by Muslims and non-Muslims. To suggest that the only acceptable form of government involves the absolute separation of church and state is to ask for more tension and rejection.

The latest assertions that "Islamism" or specifically "Wahhabism" is the problem are misguided attempts to impose preconceived solutions without thinking of the consequences in implementing such final solutions. Knowing very well that Islam is not an ism, not long ago, "Shiaism" was presented as the problem, and perhaps very soon "Sufism" will be the problem. The train of concessions and compromises will never stop if some of us kept acquiescing and surrendering the basics of Islam. So we have opportunists with political agendas lumping everything into one basket claiming that "Islamism" or political Islam is the problem, leaving us under their mercy to define it in the most imprecise, convoluted, and confusing way possible.

If some of us are alleged to justify their violence through Qur'an, there are definitely many unqualified and self-proclaimed experts on Islam among us who use Qur'anic verses to increase divisiveness and the gulf of misunderstandings. They divide and define Muslims according to their agenda, which ends up hurting moderation and the image of Islam, not enhancing it. Islamic activists, scholars, religious leaders and writers have been lumped together as extremists. Unless we are able to clear the mist of misunderstandings, we will lose the renowned and learned scholars who are under threat of being crushed by secular militant repression of the Northern Alliance of Islam in the making. If Western scholars, political leaders and analysts sincerely dialogue with various figures, such as Dr. Israr Ahmad and Qazi Hussain Ahmad of Pakistan in the Muslim world, they will realize that the voice on the Muslim streets is not anti-American, or anti-Western. They are against certain and specific foreign policies.

The latest imperial adventures on part of the US have brought a group of opportunists who pleads the US to support them in crushing dissent within their own countries. Of course, if you crush 90 per cent majority in the South, 10 per cent minority of the Northern Alliance will rule the rest. The same phenomenon is being played on the level of Muslim Ummah as a while. The US is being misguided to settle old accounts with rivals — both physically, such as misdirecting US bombers to hit rival neighbourhoods in Afghanistan, and politically, such as presenting Musharraf as a "moderate" for controlling extremist masses through continued dictatorship. The US imperial instinct therefore becomes an instrument for more oppression by the Northern Alliances of different kinds.

While the "moderate" Muslims oppose and highlight weakness of "extremist" Muslims to ensure their own existence, they reject the extremist exploitation of the legitimate grievances among the Muslim masses. If the US establishment is blind in its pursuit of other objectives, it is hoped that other Western intellectuals and opinion makers will avoid simplistic slogans on the current troubled parts of the Muslim world. Besides the neocons pushing Washington over the cliff, Northern Alliance has a greater role to play in jeopardising peace and security in the world.

Instead of becoming the Northern Alliance of Islam, "moderates" will do favour to Islam by engaging in discussion and debate with the so-labelled "extremists." It would promote an environment of understanding. Appeals to US for supporting and adding credibility to their agenda will further isolate these manipulative positions.

END NOTES

[1] Dodd, Vikram (2002), "Moderate Muslims fear that war would isolate them further," The Guardian, September 20.

See also by Haqqani, Husain (2003), "The American Mongols," Foreign Policy Magazine, May/June 2003. and

Haqqani, Husain (2003), "How Bush silenced the moderate Muslim voice," The Indian Express, April 04.

[2] C. Iqbal (2002), "We moderate Muslims stop living in denial," in response to Daniel Pipes articles "Know thy terrorists," December 10, at http://www.danielpipes.org/article/943

[3] Provencio, Lynn (2002), Converts to Violence? In response to Daniel Pipes

Rejectionists of this reality would believe it when they see it, just as they are describing the horrors of Iraq saga now — a reality which they couldn't foresee a few months ago.

Undermining the rest of Muslims:

It is not that the rest of Muslims believe in something weird than the "moderates." All the Muslims are "reflective, self-critical, pro-democracy and human-rights."(10) This distinction doesn't go to "moderates" alone. Under the influence of propaganda, it has been assumed by the Western public that only the self-proclaimed "moderate" Muslims "pursue peace," or "do not intend to promulgate their faith by force, and they can respect the existence of non-Muslim entities, including countries and religions." (11)

Some implicit and explicit statements by "moderates" have led the western analysts to believe that this type of Muslims "really do reject the Koranic commands of violence toward non-believers, the value of actual holy war, the promise of immediate elevation to paradise for those who die in holy war, and the preference of killing a non-believer rather than converting him (a convert is considered untrustworthy)." These Muslims are believed to "follow their religious leaders' reinterpretation of the Koran."(12) What "moderates" consider the modern Ijthihad — that anyone without any thorough study of Islamic literature and background can do — is reinterpretation to the deluded non-Muslims.

Even if "moderate" Muslims do not believe so, they have to now because this is what they are expected. The qualification bar is constantly being raised for them. They are expected to listen to "the claims of the gospel," abandon "the original meaning of scriptures and the historical heritage." Muslims "moderates" appeal for support and the supporters think: "We should take advantage[of these moderates]." (13)

In the light of above mentioned expectations from "moderate" Muslims, no amount of playing with words and justification for modern interpretation of Islam can help serve the purpose of "moderates." It is useless to argue that the difference between "moderate" and "extremist" Muslims is in their methodological orientation and in the primordial normative preferences which shape their interpretation of Islam. They are expected not to interpret but to reinterpret Qur'an and reject or accept as per the new expectations.

As declared by "moderates," we have yet to hear from the mouth of any "extremist" Muslim that military "Jihad is the first option and Ijthihad is not an option at all." (14) There is no difference in how Muslims from Osama bin Laden to Karim Soroush aspire for a society based on mutual dignity and respect. Everyone agrees that Islam reject the use of indiscriminate violence to achieve political ends.

The difference is in how we define "militants." The problem is not that other Muslims do not reject the indiscriminate violence to achieve political ends; it is that they reject it both from the Muslims as well as from the war mongers sitting in Western capitals. Whereas "moderates" are expected to do one job: criticize such elements among Muslims but support and justify US actions in places such as Afghanistan, Iraq and elsewhere. Just as a leading "moderates" admit that they would still "praise" the US idealism but it would "no longer be easy."

Stubborn denial of reality

In a bid to be more acceptable, "moderates" are setting some mind boggling standards both for the rest of Muslims and non-Muslims. For example, it really becomes a matter of shame that non-Muslim reporters and analysts have dried up their pens and non-Muslim activist have sacrificed their lives for the just cause of the Palestinians but "moderate" Muslims, such as Muqtadir Khan, believe:

1. Allah, through the Qur'an, tells Muslims to forgive injustices that Jews and Christians commit against Muslims [in other words accept oppression — a formula, inapplicable to Iraqis or Afghans to let them live without the much vaunted liberation].

2. The Israeli occupation of Palestine is "perhaps central to Muslim grievance against the West." Perhaps means, "moderates" are still doubtful.

3. The Israeli government treats its one million Arab citizens "with greater respect and dignity than most Arab nations treat their citizens."(15)

It means, there is no need to talk about the suffering Palestinians. Such comments are so wide of the mark and so irrelevant to the ground reality that even non-Muslims, who spent their lives for alleviating suffering of the Palestinians, will feel ashamed to read.

If Palestinians are considered Militants, they have been forced into a situation to act like that. If the US could kill 12,000 Afghans without a shred of evidence of their involvement in 9/11 incident, Palestinian are justified in their struggle in the situation imposed on them since decades. Resistance against any illegal occupation and repression is as justified as was resistance against Soviet occupation of Afghanistan or British occupation of the US. Victimising Islam and its sources for personal advantages would bring no peace to the world.

Conclusion: Beware of the Northern Alliance of Islam

The alliance of moderate Muslims is not only undermining Islam but also posing a direct threat to peace and security in the Western world. Vested interests are promoting such exploiters of the Western fear of Islam. The US war on Afghanistan and now Iraq is as much for oil and other resources as it is for preventing "extremists" taking power in the Muslim world.

The manipulators of "Islamic threat" have raised concerns over Islamic movements with the apprehension that "extremists" will come into power with an anti-US orientation. The basic objective of some forces turning "moderates" into a Northern Alliance of Islam is to address the perceived problem which has so far been tackled by promoting and supporting dictators, Sheikhs and kings. Initial response from Washington was to support for the status quo, to remain silent and help the friendly dictators ban these groups from political activity.

The suppression has however led to more "radicalized" groups. Iranian revolution was built on the US installed tyrannical rule of the Shah. Banning the Ikhwan gave birth to the Gamaa'a; banning the Islamic Salvation Front, led to the creation of the Armed Islamic Group. Fatah was neutralized and Islamic Jihad was born. Prevention of dissent and misnomer occupation in Saudi Arabia led to Osama's eruption in Afghanistan and hence the formation of the Al-Qaeda. Taliban were financed, trained and installed, but when they refused to obey, demonising of their faith followed. So all the strategies failed.

Promoting a war within Islam became the main focus of renewed campaign to break the backbone of Islamic movements. "Moderates" became the hottest tool and many of us jumped on the bandwagon without a second thought. Artificial differences have since been promoted on massive scale. After September 11th, we, however, witnessed that Muslims from around the world — not just the "moderate" — expressed shock and remorse over the terrorist attacks, ranging from a moment of silence during a soccer match in Iran, to candlelight vigils throughout the Occupied Territories of Palestine. Statements of

Vol:12 | Regd. No.LRL-50 | No.15
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Northern Alliance of Islam

A barrage of we-are-left-alone sounding articles(1) by complaining Muslims shows that the US has come a long way from the period when it needed talking heads among Muslim masses. Priority has now been shifted from the heads that talk to the heads that could roll for the US. Its time to form the Northern Alliance of Islam.

To qualify for this Alliance, expectation bar goes up for "moderate" Muslims as the moral bar comes down for the US and its Allies. To remain accommodated, "moderates" have to move one step further — to become ultra-moderate — to, at least, intensify intellectual horror if not possible to join the physical horrors of imperial onslaughts and occupations. Let us see how. In comments on one of Daniel Pipes articles, "Know thy Terrorists," one of the potential ultra-moderate Muslim sets a new standard for his coleagues: "I have studied Islamic scriptures and history. I will not deny that the Quran promotes violence against non Muslims, and that history proves it. I feel that it is stupid to deny, lie, justify or defend something which is not acceptable by the standards of today's civilized world and human rights."(2)

Further raising the bar, Lynn Provencio summarised the expectations: "If moderate, mainstream Muslims actually disagree strongly with the actions and opinions of militant Muslims..., they would be wise to ... even help apprehend them... they should show it by both words and actions, or they will certainly be grouped with the extremists."(3)

Role models of ultra-moderates are being provided at enticing web sites such as http://www.religioustolerance.org/reac_ter16.htm, http://rationalthinking.humanists.net/wean_from_islam.htm, and http://main.faithfreedom.org/index.htm. In the meanwhile, "moderates" are incessantly pleading the US to "find ways to bolster [their] credibility."(4) One wonders: What do they need from US for credibility? Bombs or dollars, as there is not much left in its moral stock.

In fact, "moderate" Muslims have really nothing new to offer. From Osama bin Laden to Khalid Abul Fadl, every Muslim believes in the same basics of Islam. Like many other Muslims, busy in exploiting weaknesses of Western systems — from immigration to social welfare, etc. — moderate Muslims are doing nothing other than deepening the self-developed misunderstandings to take advantage of the US imperial instinct and Islam-phobia. The little misunderstandings among Muslims can be corrected through dialogue and debate. However, it is possible only if some Muslims set aside their personal benefits and stop ignoring the reality.

Exaggerated Differences:

Muslim "moderates," for instance, argue that Islamic theologians are against pluralism and worldly knowledge. In fact, Muslims have yet to see a single Muslim in any position who opposes worldly knowledge or pluralism. It is argued that revenge, "rather than willingness to compromise or submit to the victors, is the traditional response of theologically inclined Muslims to the defeat of Muslim armies."(5)Mulla Umer and Saddam Hussein are the two differently portrayed Muslims. Note response of these different individuals to the US aggression. Note the concessions they offered and the compromises they made to avoid the US wrath. Did anything work?

Look at the collective Arab concessions to Israel, from Land to recognition, since 1990. Did anything work? Did US compromise for a single month after September 11? There is nothing left for compromise other than the left-over Muslim identity? And when it becomes the target of aggression, moderatism does not remain an acceptable commodity?

If some of us try to describe resistance to US imperialism as a battle of "Islamists," resemble it to "jihad against British rule," and conclude that this is "fundamentalist interpretation of Islam";(6) he is mistaken. This is not an interpretation of Islam alone – this is simply a resistance to occupation which even non-Muslim nations have successfully carried. Such an argument doesn't justify or confirm divisions among Muslims. With or without Islam, the US has to face this resistance.

For the benefits of acceptability, some Muslims are busy in highlighting differences in interpretation of Islam and proving the rest extremists. They exaggerate the "serious problem" the West faces due to "swelling ranks of fundamentalists." The wannabe advisors to the US seem more worried for the West than the West itself. They are busy calculating recruitment pool for Al-Qaeda than studying the reasons for its existence. Instead of honestly assessing the need of US intervention in the heart of Islamic world, they suggest how to make this intervention effective.

Muslim "moderates" now naively complain, "moderation in the Islamic world might turn out to be the most significant casualty of this war," and American "dream of helping Muslims overcome their fear of modernity will then remain unfulfilled."(7) It is, as if they do not know it has never been the US objective. Despite such complains they seem far away from realization that the objective has been to divide and deal each "group" separately. Shiites watching slaughter of Deobandis; they in turn watching extermination of Wahabbis; so on so forth and "moderates" overseeing them all would not lead to any modernity but to the ultimate decimation of the core of Islam.

"Moderates" have clearly admitted that the war on Iraq was not provoked by an immediate casus belli. The US had no broad international support. Weapons of mass destruction were not found in Iraq. Instead they were used by the US and UK. That there have been outright lies on all types of western so-called mainstream media. It has been admitted that key segments of the Western media allowed themselves to be inducted into the psychological operations of the US-British military effort. Despite these admissions, "moderates" complain: "It is no longer easy for Muslim modernists to praise the West's moral purpose."(8) Please note carefully. "It is no longer easy" means they would still advocate and "praise" the US cause and "moral purpose" but it would be "no longer easy." It means there is still no realization that the war on Muslim countries is not for any moral ideals.

"Moderates" believe: "Even at their worst, the US and Britain represent far greater adherence to norms of civility than Iraq's Baathist regime has done in its entire history." (9) A realistic historical comparison would bitterly fail this argument. Moreover, the worst of Anglo-American alliance has yet to come.